وفاق المدارس العربیہ کے تجوید کے تمام پرچہ جات کا حل

اَجوِبَۃُ التَّجوِید فی حَلِّ اَسئِلَۃِ التَّجوِید

لِلعُلَماءِ وَالعَالِمات

تقریظ اوّل

شیخ التجوید والقراءآت مقری وقت
استاذ الکل حضرت مولانا قاری
فیاض الرحمن علوی صاحب
دامت برکاتہم العالیہ

تقریظ ثانی

استاذ التجوید والقراءآت اسوۃ القراء
واکرم القرآء حضرت مولانا قاری
محمد اکرام صاحب
دامت برکاتہم العالیہ

تالیف

ابوسعد محمد زبیر اعوان

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ پشاور

الورقة الرابعة فی علوم القراء ات

الورقة الرابعة فی علوم القراءات

۱۴۳۵ھ/2014ء

السوال الاوّل............(الف):۔

(۱) تعریف القراءت وتاریخہا پر اس طرح مضمون لکھیں کہ تشنگی نہ رہے۔(33)

جواب............امور مطلوبہ:۔

(۱) تعریف القراءت:۔ (۲) تاریخ القراءت:۔

(۱) تعریف القراءت:۔

لغوی تعریف:۔ القراءات باعتبار لغت، قراءۃ کی جمع ہے اور قراءۃ باب قَرَءَ یَقْرَءُ قِرَاءَۃً وَقُرْاٰنًا سے مصدر ہے اور قراءۃ کا معنی تلاوت کے ہیں۔

اصطلاحی تعریف:۔ ''القراءۃ'' کی قراء کرام نے مختلف تعریفیں کی ہیں جن میں سے امام ابن جزریؒ کی تعریف جامع وعمدہ ہے۔قراءات اس علم کو کہتے ہیں جس سے کلماتِ قرآنیہ میں قرآن مجید کے ناقلین کا وہ اتفاق واختلاف معلوم ہو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن لینے کی بناء پر ہے۔(اپنی رائے کی بناء پر نہیں) شیخ عبدالفتاح القاضیؒ نے بھی تقریباً یہی تعریف کی ہے۔

(۲) تاریخ القراءات:۔

ابتداء ارتقاءِ قراءات:۔ بہت سی احادیث صحیحہ ''احرف سبعہ''(۱) پر قرآن کریم کے نزول کو واضح کرتی ہے جو تمام کی تمام صحت وتواتر کے ساتھ ہم تک پہنچتی ہیں جسطرح قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کلام ہے بالکل بعینہ قراءات ''قرآنیہ'' بھی منزل من اللہ ہیں۔

حاشیہ(۱) اِنَّ ھٰذَا الْقُرْاٰنَ اُنْزِلَ......الخ یہ حدیث متواتر ہے امام ابوعبیدؒ(شرح سبعہ قرأت)

(۱) دلیل:۔ فرمایا رسول اکرم ﷺ نے جبریل امین علیہ السلام نے ایک حرف پر مجھے قراءۃ پڑھائی، میں نے ایک سے زائد پر اصرار جاری رکھا یہاں تک سات حروف یعنی (سبعہ قراءات) پر تکمیل ہوئی۔(صحیح بخاری شریف)

(۲) دلیل:۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت ھشام بن حکیم رضی اللہ عنہ کا سورۃ الفرقان کے کسی کلمہ پر

مختلف قراءات پر باہمی اختلاف کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قراءات کا نزول مکہ مکرمہ میں بھی جاری وساری تھا کیونکہ سورۃ الفرقان مکی سورت ہے۔ (صحیح مسلم شریف)

رائے نمبر (۲):۔ قراءات کا نزول ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوا:۔

(۱) دلیل:۔ مختلف قراءات پر نزول کا مقصد اُمت کو آسانی فراہم کرنا تھا جسکی ضرورت تب پیش آئی جب عرب کے مختلف قبائل اسلام میں داخل ہوئے اوران کے لہجات مختلف تھے اور یہ مختلف لہجات کا مرحلہ ہجرت کے بعد ہی پیش آیا۔

(۲) دلیل:۔ صحابہ کرامؓ کا قراءات کے بارے میں باہمی اختلاف سب سے پہلے مدینہ منورہ میں پیش آیا نہ کہ مکہ مکرمہ میں جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ کا کسی صحابیؓ سے اور حضرت عمر بن خطابؓ کا حضرت ھشام بن حکیمؓ سے قراءات کے بارے میں ایک دوسرے سے مختلف رائے رکھنا، نبی کریم ﷺ نے دونوں حضرات صحابہؓ کی قراءات کو درست قرار دیا تھا۔

وقد حاول البعض ان یجمع بین القولین:۔ بعض حضرات نے مذکورہ (۲) اقوال میں تطبیق فرمائی کہ مکی سورتوں میں مذکورہ قراءات سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن اور قراءات کا آغاز مکہ مکرمہ میں ہی ہوا ہے ایسا نہیں کہ مکی سورتوں میں واقع مختلف قراءات بعد میں دوبارہ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی ہوں۔ البتہ ان مختلف قراءات کی ضرورت اگرچہ ہجرت مدینہ کے بعد مختلف قبائل عرب کے اسلام میں داخل ہونے کے بعد پیش آئی کیونکہ قبائل کی زبان، لغت، لہجات ایک دوسرے سے جُدا جُدا تھیں۔

جن مراحل سے قراءات قرآنیہ گزریں، مختصراً یہ ہیں:۔

(۱) **مرحلة تعلم الرسول ﷺ من جبرئیل علیه السلام:۔** رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام سے قرآن کا علم حاصل کرنا قراءات قرآنیہ کا آغاز، سیدنا جبرئیل امین علیہ السلام کی تعلیم قرآن کریم کی صورت میں ہوا۔

(۱) دلیل:۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ (**علّمه شدید القوی**) (**النجم**)

(۲) دلیل:۔ وحی قرآنی کی ابتداء کے بارے میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی روایت مبارکہ جس میں ذکر ہے کہ جبرئیل امین علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ کو فرمایا، اقراء، پڑھیے حضور ﷺ فرماتے ہیں میں نے کہا میں پڑھا ہوا نہیں تو جبرئیل علیہ السلام نے مجھے اتنا زور سے دبایا کہ میں مشقت میں مبتلا ہو گیا۔ (جامع صحیح بخاری)

اسی منہج پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مختلف قراءات پر قرآن کریم کی تعلیم دی تھی

(۲) **مرحلة تعليم الصحابةؓ من الرسول:۔** دوسرا مرحلہ صحابہ کرامؓ کا رسول اکرم ﷺ سے تعلیم سیکھنا۔

(۱) **دلیل:۔** خود اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم فرمایا کہ اہل اسلام کو قرآن کریم کی تعلیم دی ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(یاایھاالرسول بلّغ ما انزل الیك من ربّك)(المائدہ)

(۲) **دلیل:۔** اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:۔ **وقرانا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلنه تنزیلا**(الاسراء)

لہٰذا جناب نبی کریم ﷺ وہ تمام وحی متلو جو حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کو تعلیم دیتے اپنے صحابہؓ کو پڑھاتے۔

(۳) **دلیل:۔** حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ پہلے ہمیں دس آیات مبارکہ کی تعلیم فرماتے جب تک ہم ان دس آیات مبارکہ کی تعلیم اوران پر عمل نہ کر لیتے اگلی دس آیات مبارکہ کی تعلیم نہ فرماتے تو آپ ﷺ نے قرآن کریم کا علم وعمل دونوں کی تعلیم فرمائی۔

(۳) **مرحلة تعليم الصحابة رضی الله عنهم اجمعین بعضهم لبعض:۔** تیسرا مرحلہ، بعض صحابہ کرامؓ کا دوسرے بعض صحابہؓ کو قرآن کریم کی تعلیم فرمانا، ترتیب خود جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرامؓ کو حکم فرمایا کہ دیگر بعض صحابہ کرامؓ کو تعلیم دیں۔

(۲) **دلیل:۔** رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے باہر تعلیمی وفد بھیجنا، بخاری شریف میں ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ سب سے پہلے مدینہ منورہ آئے اور لوگوں کو قرآن کریم پڑھایا۔ پھر حضرت عمارؓ و حضرت بلالؓ آئے۔

(۳) **دلیل:۔** فتح مکہ کے موقع پر جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو تعلیم و تعلم کیلئے مکہ مکرمہ میں ہی چھوڑا تھا۔

(٤) **مرحلة تعلیم التابعین من الصحابةؓ:۔** چوتھا مرحلہ، تابعین کرام کا صحابہ کرامؓ سے قرآن کریم سیکھنا صحابہ کرام مختلف شہروں میں پھیل گئے اور لوگوں کو قرآن کریم اسی قراءۃ پر پڑھایا جس قراءۃ پر رسول اکرم ﷺ سے قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی۔ ان مختلف منقول قراءات کی بناء پر تابعین کرام اور ان کے شاگردوں میں بھی یہ اختلاف قراءات نقل ہوا۔ اس موقع پر شاذ قراءات (جن کا پڑھنا جائز نہیں) وہ ظاہر ہونے لگیں۔ اور مسلمانوں میں یہ جھگڑا اکثرت سے ہونے لگا۔ (کہ کون سی قراءۃ درست اور قابل تلاوت ہے) اور کون سی قراءۃ ناقابل تلاوت ہے) یہاں تک کہ یہ جھگڑا امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنیؓ تک پہنچا تو آپؓ نے حکم فرمایا: مختلف مصاحف ایسے رسم (کتاب کی شکل) پر لکھے جائیں جو ایک سے زائد قراءات

صیحہ، متواترہ، کوشامل ہوسکے (جیسے (ملک) کا اسم (مالک) اور بعد کا رسم باعد کی قراءۃ کو بھی شامل ہو۔ ان مصاحف قرآنیہ کو مشہور شہروں (مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ، کوفہ، بصرہ، شام) طرف ایک ایک استاذ و معلم قرآن کے ساتھ روانہ فرمایا۔

(۵) **مرحلة التخصص فی القراء ات:۔** پانچواں مرحلہ قراءات قرآنیہ کی نسبت کسی خاص قاری کی طرف سے جب خواہشات کی اتباع کرنے والوں نے ایسی ایسی قراءات کی تعلیم شروع کردی جنکی کوئی بنیاد نہیں تھی۔ جیسا کہ معتزلہ اور روافض کے بعض حضرات سے من گھڑت قراءات منقول ہیں۔ اسی موقع پر قراء کرام کی ایک جماعت نے آپنے آپ کو خاص کردیا۔ اور اپنی مکمل توجہ قراءات کو محفوظ کرنے پر مشغول کردی۔ جسکی وجہ سے وہ قراءات کے امام کہلانے لگے۔ اور لوگ ان قراء کرام سے قرآن سیکھتے اور عالم اسلام کے مسلمانوں کا قراءات قبول کرنے کے حوالے سے ان پر ایسا اتفاق ہو گیا کہ قراءات کی نسبت ان ائمہ قراءات کی طرف کی جانے لگی۔

(۶) **مرحلة التدوین فی القراء ات:۔** چھٹا مرحلہ قراءات کو جمع کرنے کا۔ علم القراءات پر تصنیفی کام شروع زمان سے ہی جاری تھا جب قرآن کریم اور اسکی تلاوت نے اپنے پڑھنے، پڑھانے والے کو ہر چیز سے بے پرواکردیا تھا حتی کہ بعض حضرات نے تو قرآن کریم اور اسکی تعلیم کو جہاد فی سبیل اللہ پر ترجیح دی (النشر فی القراءات العشر) البتہ سب سے پہلے علم القراءات کے مدون کرنے والے کے بارے میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔

رائے نمبر (۱):۔ اکثر حضرات نے امام عبد القاسم بن سلام (ت ۲۲۴ھ، کو مدون اول قرار دیا ہے۔)

رائے نمبر (۲):۔ امام ابن الجزریؒ نے غایۃ النہایۃ (۳) میں امام ابو حاتم السجستانی (ت ۵۵ھ) کو قرار دیا۔

رائے نمبر (۳):۔ راجح قول کے مطابق امام یحییٰ بن یعمرؒ (ت ۹۰ یا ۸۹ھ، ہیں)

(۷) **مرحلة: قراءات قرآنیہ کی حد بندی کا سبب:۔** تیسری ہجری میں جب امام ابو عبید القاسم بن سلامؒ (ت ۲۲۴ھ) نے قراء سبعہ سمیت پچیس قراء کی قراءات کو اپنی کتاب میں جمع کیا۔ اور امام بن جبیرؒ (ت ۲۵۸) الخمسہ کے نام سے کتاب تالیف کی اور ابو بکر الداجونیؒ (ت ۳۲۴ھ) نے الثمانیہ کے نام سے کتاب تالیف کی۔

لیکن جب قراء کرام اور ان کی روایات کی تعداد زیادہ ہوگئیں۔ قریب تھا کہ کثرت کی وجہ سے اضطراب (۱) (صیح اور غیر صیح کا شک) قراءات کے بارے میں پیدا ہو جاتا تو اس مرحلہ پر امام ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (ت ۳۲۴ھ) نے سوچا کہ اسلامی شہروں میں جن مشہور ائمہ کی قراءات معروف ہیں ان کو منتخب کیا جائے۔

حاشیہ (۱) اضطراب کی وجہ بعض رواۃ کے ضبط و اتقان اور روایت کی صفات میں کمی تھی۔ (شرح سبعہ قرآءت)

(۸) **آٹھواں مرحلہ: قراءات سبعہ کی حد بندی کا:۔** یعنی قراءات سبعہ جو مشہور ہے خواص (اہل علم) اور عوام (عوام الناس) کے درمیان یہ محدود ہوگئیں کیونکہ قابل اعتماد ائمہ قراءات نے چھان پھٹک اور تحقیق کے بعد تواتر کی شرط اول کو مدنظر رکھتے ہوئے مخصوص تعداد جو خاص و عام کے قابل قبول ہوا سمیں قراءات کو محدود کر دیا۔

اور یہ کام سب سے پہلے تیسری ہجری کے اواخر اور چوتھی ہجری کے اوائل میں اپنے وقت کے امام القراءات، امام ابن مجاہد البغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے قراء سبعہ (۲) (نافع مدنی، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، ابن عامر شامی، عاصم کوفی، حمزہ کوفی، کسائی کوفی رحمہم اللہ تعالیٰ) کی قراءات کو اپنی تالیف کردہ کتاب ''السبعہ'' میں جمع فرما کر انجام دیا۔

حاشیہ (۲) بعض لوگ کہتے ہیں سبعہ احرف سے مراد قراء سبعہ کی قراآت ہیں، یہ وہم ہے۔ (شرح سبعہ قراءات)

(۲) اور یہ کام (خدانخواستہ) کوئی نئی ایجاد نہیں تھی بلکہ آپؒ نے قراءات کو بعد تحقیق کے محدود کیا تو اتفاق سے سات کی تعداد ہوگئی۔

قراء سبعہ کی قراءت پر لوگوں کے متفق ہونے کی وجہ:۔

(۱) ایک تو ان قراء سبعہ نے قرآن کریم پڑھنے، پڑھانے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا تھا اور تعلیم قرآن میں بھرپور توجہ اپنی مہارت علمی کے ساتھ۔

(۲) دوسرا قراء سبعہ کی قراءت مستند ہے باعتبار قراءۃ بھی اور سماعت بھی ایک ایک حرف شروع قرآن کریم سے آخر تک مستند و معتمد ہے۔

یاد رہے کہ ابن مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے قراءات سبعہ کو جو منتخب فرمایا وہ قبولیت کی معروف تین شرائط:۔

(۱) صحت سند (۲) موافقت لغت عربیت (۳) موافقت رسم عثمانی کے مطابق تھیں۔ مقدمہ سبعہ (ابن مجاہد)

☆------------------ یا ------------------☆

السوال الاول (ب) ....:۔

(۱) ارکان قراءات صحیحہ متواترہ پر مفصل مضمون تحریر کریں۔ (33)

جواب ....امور مطلوبہ:۔

(۱) ارکان قراءات صحیحہ متواترہ پر مفصل مضمون۔

قراءات صحیحہ کے ارکان (قراءات کو قبول کرنے کی شرائط):۔

قبول قراءات کیلئے متقدمین مندرجہ ذیل شرائط کا لحاظ رکھتے ہیں۔

(۱) عربیت میں اسکی کوئی قوی توجیہ (مثال) پائی جائے۔

(۲) وہ مصحف عثمانی کے رسم کے موافق ہو۔

(۳) عام قراء کا اس پر اتفاق ہو۔

اور عام قراء سے ان کا مقصود اہل حرمین ہیں یا اہل مدینہ اور اہل کوفہ ہیں۔اور کبھی وہ حضرات اس قراءات کو اختیار کرتے ہیں جس پر امام نافعؒ اور امام عاصم متفق ہوں۔اس لئے کہ ان کی قراءات سب سے زیادہ معتمد علیہ، سند کے اعتبار سے اصح اور عربیت کے اعتبار سے افصح ہے اور ان دونوں کے بعد فصاحت میں امام ابو عمرؒ واور امام کسائیؒ کی قراءات کا درجہ ہے۔

(ب)....... پھر قراءات صحیحہ کو غیر صحیحہ سے جُدا کرنے کا یہ ضابطہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ بنا۔

(۱) صحت سند

(۲) عربیت کی موافقت

(۳) رسم مصحف عثمانی کی موافقت:۔

پھر اس ضابطے کی دوسری اور تیسری شرط میں کچھ توسع ہوا۔اور ابن الجزریؒ کے بیان کے مطابق شرائط اسطرح طے پائیں۔

(۱) قراءات صحیح السند ہو۔(۱) (۲) عربیت کے موافق ہو، چاہے کسی وجہ سے بھی ہو۔

حاشیہ (۱) اصل اعتماد ان اوصاف ثلثہ پر ہے نہ انتساب پر (حافظ ابو شامہ)

(۳) مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے رسم کے موافق ہو۔اگر چہ احتمالاً ہی ہو۔امام ابن الجزریؒ ''الطیبۃ'' میں فرماتے ہیں: جو قراءاتِ نحوی قاعدے کے موافق ہو اور رسم میں بھی اسکا احتمال موجود ہو۔اور سند کے اعتبار سے صحیح ہو تو وہ قرآن کا (ہی حصہ) ہے پس یہ تین (شرائط) ارکان ہیں اور جس جگہ کوئی رکن نہ پایا جائے تو اگر وہ قراءات سبعہ میں سے ہو تو اس کے شذوذ کو ثابت کرو۔پھر صحت سند کے معیار کے متعلق قراء کا اختلاف ہے۔جمہور تواتر کی شرط لگاتے ہیں۔اسلئے کہ یہ قراءات قرآن ہیں اور قرآن بغیر تواتر کے ثابت نہیں ہوتا۔جبکہ بعض قراء اس قراءات کی شہرت اور اسکے پھیل جانے کو کافی قرار دیتے ہیں۔

(د)...... بالآخرات نے قرات کوقبول کرنے کے بارے میں مندرجہ ذیل ارکان (۱) پر اجماع کیا ہے۔

(۱) قرات کا متواتر ہونا۔

(۲) عربیت (۱) کے موافق ہو، اگر چہ کسی وجہ سے بھی ہو۔

(۳) مصاحف عثمانیہ میں کسی ایک کے موافق ہو، اگر چہ احتمالاً ہو۔

(۱) علامہ دانی ائمہ کے اقوال نقل کر کے کہتے ہیں کہ ائمہ قراءۃ اُس حرف پر عمل کرتے ہیں جو اثراً اثبت اور نقلاً وروایۃً اصح ہو۔

ان آخری تین ارکان کی تشریح:۔

(۱) **تواتر:۔** اسکا مطلب یہ ہے کہ ایک بڑی جماعت ایسی جماعت سے (قراءات) کو نقل کرکے جن کا جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو، اور (اس جماعت کی) تعداد میں کسی تعین کے بغیر شروع سند سے آخری سند تک یہی سلسلہ ہو۔ اور جمہور کے نزدیک قبولِ قرات کے لئے تواتر بنیادی شرط ہے اور وہ صحت سند پر اکتفاء نہیں کرتے۔

اسی وجہ سے انہوں نے قرآن کی تعریف اس طرح بیان کی ہے۔''قرآن وہ جو ہماری طرف نقل متواتر کے طور پر مصحف کے دوگتوں کے درمیان نقل ہوا ہے (اور یہ نقل ہونا) ایک جماعت سے دوسری جماعت کی طرف (منتقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا ہے)''۔

(۲) **قراءت کا لغت عربیہ کی وجوہ میں سے کسی توجیہہ کے موافق ہونا:۔**

اس شرط کے مطابق اس قراءت کا لغت عربیہ کی وجوہ میں سے کسی وجہ کے موافق ہونا کافی ہے چاہے وہ وجہ فصیح یا غیر فصیح ہو متفق علیہ ہو یا مختلف فیہ ہو لیکن اسکا متواتر سند ہونا اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے موافق ہونا ضروری ہے۔ پھر لغت کی حیثیت سے اس کی توجیہ کے ضعیف ہونے سے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔ جیسے امام حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد: واتقوا اللہ الذی تساء لون بہِ والارحام (النساء : ۱) میں لفظ والارحام بالجر کو پڑھتے ہیں جبکہ باقی قراءا سے لفظ ''اللہ'' پر عطف کرتے ہوئے بالنصب پڑھتے ہیں۔

امام حمزہؒ کوفیین مذہب کے مطابق ''والارحام'' کو ''ضمیر مجرور'' ''بہٖ'' پر عطف کرتے ہوئے بالجر پڑھا ہے۔ اس بناء پر مجرور پڑھا ہے کہ اس کے ساتھ حروف جار کا اعادہ کیا گیا ہے لیکن اس کے معلوم ہونے کی وجہ سے اسے حذف کردیا گیا ہے یا انہوں نے بصریین کے مذہب کے مطابق قسم بنایا ہے تا کہ رشتہ داری کی عظمت ظاہر ہو اور صلہ رحمی کی ترغیب ہو۔ اور قسم کا جواب لفظ اللہ ہے۔

علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں:۔

بے شک علماءِ نحو نے اپنے قواعد اللہ تعالیٰ کی کتاب، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اور عرب کے کلام کی حدد سے بنائے لہذا جب قرآن کا قرآن ہونا مقبول روایت سے ثابت ہو جائے تو قرآن علماء نحو اور ان کے وضع کردہ قواعد پر حکم ہوگا اور ان کے لئے اپنے قواعد سمیت قرآن کی طرف رجوع کرنا ضروری ہوگا نہ یہ کہ ہم قرآن سمیت انکے قواعد کی طرف رجوع کریں جو اس کے مخالف ہیں۔

امام ابو عمرو دانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

ائمہ قراءت قرآن کے حروف کے بارے میں اس قراءت پر اعتماد نہیں کرتے جو لغت میں زیادہ مشہور ہو یا جو عربیت کے مطابق ہو بلکہ وہ اس پر اعتماد کرتے ہیں جو اثر میں اچھی طرح ثابت ہو اور روایت اور نقل کے اعتبار سے واضح ہو۔

(۳) **اس قراءت کا مصاحف عثمانیہ کسی ایک کے موافق ہونا:۔** اگرچہ احتمالاً ہی موافق ہو:۔ مصاحف میں سے کسی ایک کے موافق ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ قراءت بعض مصاحف میں ثابت ہوا اور بعض میں نہ ہو جیسے عامرؒ کی قراءت "وقالوا اتخذ الله ولدا سبحٰنه" (البقره ١١٤) میں قالو سے پہلے بغیر واؤ کے ہے، اسلئے کہ مصحف شامی میں واؤ موجود نہیں ہے۔ نیز جیسے ابن عامر کی قراۃ اللہ کے ارشاد: "والزّبُرِ والكتٰبِ المنير" (آل عمران ١٨٤) میں لفظ "الزبر" اور "الکتٰب" میں باء کے اضافے کے ساتھ ہے اور یہ اس کیوجہ سے ہے کہ مصحف شامی میں باء ثابت ہے۔ نیز جیسے ابن کثیر مکی سورۃ التوبہ میں آخری والے لفظ "تجری" کیساتھ "من" کا اضافہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "جنّٰتٍ تجری تَحْتَهَا الانهٰرُ (سورة التوبه : ١٠٠)

میں اور یہ اس کی وجہ سے ہے کہ مصحف مکی میں اسطرح مکتوب ہے۔

'ولو احتمالا' کے جملہ سے مراد:۔ یعنی جو قراءت تقدیراً رسم کے موافق ہو اس لئے کہ قراءت کبھی تحقیقاً اور صراحتاً رسم کے موافق ہوتی ہیں۔ اور کبھی تقدیراً اور کبھی احتمالاً موافق ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مٰلِكِ يومِ الدين. (الفاتحه: ٤)

اب کلمہ "ملك" سورۃ فاتحہ میں تمام مصاحف میں الف کے بغیر لکھا گیا ہے اور اسے دو طرح سے پڑھا گیا ہے۔

(۱) میم کے بعد الف کے ساتھ: "فَاعل" کے وزن پر۔

(۲) الف کے بغیر "فَعِل" کے وزن پر۔

اور دونوں قراتیں متواتر ہیں پس اسے حذف الف سے پڑھنا تحقیقاً اور صراحتہ رسم کے موافق ہے جس طرح "

مَلِكِ النَّاسِ" (الناس: ۲) میم کے بعد الف کے لکھا اور پڑھا گیا ہے۔اس کو الف کے ساتھ پڑھنے کا تقدیراً احتمال موجود ہے جیسے قل اللهم ملك الملك (آلِ عمران: ۲٦) میں بغیر الف کے ساتھ ہی پڑھا گیا ہے اور الف کو کتابت میں اختصاراً حذف کیا گیا ہے جیسے اسم فاعل کے صیغوں "قادر" اور "صالح" وغیرہ میں۔

☆--------------------☆--------------------☆

السوال الثانی............(الف):۔

(۱) قراءات شاذہ اور ان کی حجیت پر مضمون لکھیں۔(33)

جواب............امور مطلوبہ:۔

(۱) قراءات شاذہ اور ان کی حجیت پر مفصل مضمون۔

قراءت شاذہ کی تعریف:۔

لغوی تعریف:۔ لفظ شاذ لغوی اعتبار سے (شَذَّ يَشُذُّ شُذُوذًا) جس کا معنیٰ ہے منفرد، علیحدہ ہونا۔

اصطلاحی تعریف:۔ اصطلاح میں قراۃ شاذہ اس قراءۃ کو کہا جاتا ہے جس میں قراءۃ کی بنیادی تین شرائط جس سے ایک شرط کم ہو یعنی۔

(۱) وہ متواتر نہ ہو۔

(۲) تمام مصاحف عثمانیہ کے رسم الخط کے خلاف ہو۔

(۳) عربی زبان میں اس کی کوئی اصل نہ ہو۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ شاذ اس روایت کو کہا جاتا ہے جو متواتر نہ ہو گویا جمہور کے نزدیک جو قراءت تواتر کے درجے تک پہنچے یا ابن الجزریؒ اور ان کے اصحاب کے مطابق جو روایت شہرت اور استفاضہ کے مقام تک نہ پہنچے وہ شاذ ہے کسی بھی روایت کے قبول کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ درجہ تواتر کو پہنچے، دوسرے دو شرطیں اس کے تابع ہیں اس لیے کہ کوئی بھی قراءت متواتر میں آخری دو شرطیں پائی جائیں گی قراءت غیر متواترہ میں باقی دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک یعنی دوسری یا تیسری شرط مفقود ہوتی ہے اور یہی معاملہ قراءت شاذہ کا بھی ہے قراءت متواترہ کو مشہور دس قراء میں سے کسی نہ کسی قاری نے ضرور پڑھا ہے اور قراءت متواترہ ان دس قاریوں کی قراءت سے باہر نہیں اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں۔قراءت عشرۃ متواتر کے

علاوہ دیگر کو قراءت شاذہ کہتے ہیں۔

امام نویریؒ فرماتے ہیں:۔ اصولیین اور فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ قراءت عشرۃ سے زائد کوئی چیز متواتر نہیں ہے اور قراء کی غیر معتد بہ تعداد کے علاوہ باقی قراء کا بھی اس پر اجماع ہے۔

ابن الجزری فرماتے ہیں:۔ ''ہمارے زمانے میں ائمہ عشرۃ کی قراءت ہی مذکورہ بالا تین شرائط کو پورا کرتی ہے اوران روایات کے مقبول ہونے پر اجماع ہے۔''

قراءت شاذہ کا حکم:۔ بعض علماء نے قراءت شاذہ کی اجازت دی ہے کیونکہ صحابہ کرامؓ نماز اور نماز کے علاوہ قراءت شاذہ کی تلاوت کرتے تھے اگر یہ قراءۃ جائز نہ ہوتی تو صحابہؓ انہیں نماز میں کیوں پڑھتے بلکہ عدم جواز کی صورت میں ان قراءت کی تلاوت ارتکابِ حرام کے زمرے میں آتے ہیں۔ اور مرتکب حرام کی بات دلیل نہیں ہوتی حالانکہ یہی صحابہ کرامؓ جو اس شریعت کو نقل کرنے والے ہیں اگر یہ فرض کرلیا جائے العیاذ باللہ صحابہؓ غلط قراءت کی تلاوت کرتے تھے تو اسلام کا بہت بڑا حصہ ساقط اور غیر مستند قرار پائے گا۔

(۱) امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے اصحابؒ کا ایک قول یہ ہے کہ امام مالک اور امام احمد بن حنبلؒ سے منقول دو روایات جس سے ایک روایت یہی ہے۔

(۲) جمہور کے نزدیک عبادت اور ثوب کی نیت سے قراءت شاذہ کو پڑھنا مطلقاً ناجائز ہے نماز اور خارج نماز کا یہی حکم ہے بلکہ بعض ائمہ قراءت نے اس پر مسلمانوں کا اجماع بھی نقل کیا ہے مثلاً ابن عبد البرؒ وغیرہ اس کی دلیل یہ ہے کہ قراءت شاذہ تواتر سے ثابت نہیں ہے لہٰذا انہیں قرآن کا حصہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ قرآن کریم تواتر سے ثابت ہے اگر بعض صحابہ کرامؓ سے وہ قراءت بھی منقول ہو پھر بھی حضور ﷺ کے آخری دور سے یا مصحف عثمانی پر اجماع صحابہؓ سے وہ قراءت منسوخ ہو چکیں فقہائے بغداد کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شخص قراءت شاذہ پڑھے اسے توبہ کرنے کو کہا جائیگا اس بارے ابن شنبوذ اور ابن مقسم العطار کے واقعات مشہور ہیں۔

ابن الجزریؒ فرماتے ہیں کہ ابوعمر بن الصلاح وغیرہ نے صراحتاً بیان کیا کہ قراءت عشرہ کے علاوہ کوئی قراءت پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ حرام ہے اور ابن السبکیؒ نے فرمایا قراءت شاذ کی تلاوت جائز نہیں ہے۔

قراءت شاذہ پر عمل اور انہیں دلیل بنانے کا حکم:۔

جمہور ائمہ کے نزدیک قراءت شاذہ پر عمل کرنا اور ان سے احکام شریفہ کو مستنبط کرنا جائز ہے کہ یہ خبر

واحد کے قائم مقام ہیں جو تمام ائمہ کے نزدیک مقبول ہے اور بہت سارے فقہی احکام روایت شاذہ سے مستنبط ہے مثلاً چور کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم یہ حضرات ابن مسعودؓ کی قراءت سے لیا گیا جس کے الفاظ ہیں۔(والسارق والسارقة فاقطعو ایمانهما)(المائدہ:۳۸) ایدیهما کی جگہ۔اس طرح کفارہ یمین میں لگاتار روزے رکھنے کا حکم احناف کے نزدیک حضرت ابن مسعودؓ کی اس قراءت سے نکلتا ہے۔(فصیام ثلثة ایام متتابعات) (المائدہ:۸۸) دیگر قراءت کے مطابق کلمہ متتابعات زائد ہے۔

(۲) جمہور شوافع قراءت شاذہ کی حجیت کے مخالف ہیں کہ ان کا قرآن ہونا ثابت نہیں لہٰذا ان پر عمل بھی جائز نہیں ہے۔
جمہور نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ قرآن پاک کا حصہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خبر واحد بھی نہ ہو یعنی اس کی قراءت خبر واحد کے حکم میں ہوتی ہیں جن پر عمل کیا جاتا ہے۔

☆-------------☆-------------☆
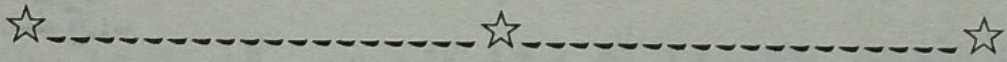
السوال الثانی (ب)..............:۔

(۱) بحث سبعة احرف پر تشفی بخش مقالہ لکھیں۔(33)

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(۱) بحث سبعة احرف پر تشفی بخش مقالہ۔

مذکورہ حدیث کی اہمیت:۔ قرآن کریم کے احرف سبعہ پر نازل ہونے والی حدیث احادیث متواترہ میں سے ایک مشہور حدیث ہے جس کے تواتر کو بہت علماء نے بیان کیا مثلاً۔

(۱) الامام ابو عبید القاسم بن سلام۔(المتوفی ۲۲۴ھ)

(۲) الامام ابو عمرو الدانی۔(المتوفی ۴۴۴ھ)

(۳) الامام بن القاصح۔(المتوفی ۸۰۱ھ)

اس کا تواتر اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک جو قراءت متواتر پر شامل ہیں وہ بھی اپنے اصل کے اعتبار سے صرف سبعة ہی کی طرف لوٹتے ہیں صحاح ستہ میں اس حدیث کو نقل کیا گیا، ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف، امام احمد نے اپنی مسند اور حاکم نے اپنی مستدرک میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔علاوہ ازیں حدیث علوم قرآن، قراءت اور تفسیر کی کوئی بھی کتاب ہو اس حدیث سے خالی نہیں ہے علمائے قدیم و جدید اس حدیث کے مفہوم کے حوالے سے غور و فکر کرتے ہیں۔

ابن الجزریؒ فرماتے ہیں:۔

میں تقریباً تیس برس تک اس حدیث کے بارے میں غور وفکر کرتا رہا، اس کے مفہوم اور مطلب کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہا آنکہ اللہ نے مجھ پر اس کے وہ مفہوم واضح کیئے ہیں۔ جو امکانی حد تک درست ہیں۔ ان شاء اللہ

علامہ محمد عبد العظیم الزرقانی فرماتے ہیں:۔

یہ بڑی دلچسپ اور پر مغز گفتگو ہے تاہم اس میں مشکلات اور صعوبت کا پہلو بھی ہے۔

احرف سبعہ والی حدیث کی بعض روایات:۔

بیس سے زائد صحابہ کرامؓ نے اس کو نقل کیا ہے اور پھر صحابہ کرامؓ سے تابعین کی ایک بڑی تعداد مختلف طریقوں اور مختلف اسناد کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے ان تمام اسناد کو یہاں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تاہم چند ایک بطور نمونہ ذکر کرتے ہیں۔

(۱) حضرت عمرؓ اور حضرت ہشام بن حکیمؓ کے درمیان مخاصمہ والی حدیث جس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔(ان ھذا القرآن اُنزل علی سبعة احرف فاقرؤا ماتیسر منه)

(۲) حضرت عثمان بن عفانؓ ایک دن خطبہ کے لئے منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی "انزل القرآن علی سبعة احرف کلها شاف کاف"، میں انہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں وہ کھڑے ہو جائیں اس پر اتنے لوگ کھڑے ہو گئے کہ شمار نہ کیا جا سکتا اور انہوں نے گواہی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔"انزل القران علی سبعة احرف کلها شاف کاف"، تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں بھی تمہارے ساتھ گواہی دیتا ہوں۔

(۳) ابی بن کعبؓ والی حدیث کو انہوں نے دو افراد کی مختلف قراءت کے مطابق قرآن پڑھتے ہوئے سنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تعریف کی، حضرت ابیؓ کے دل میں طرح طرح کے خیالات آئے تاہم آخر میں انہیں شرح صدر ہو گیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ اسطرح منقول ہیں "اے ابی بن کعب پہلے مجھے یہ پیغام دیا گیا کہ قرآن پاک ایک حرف یعنی ایک طریقے کے مطابق پڑھوں تو" میں نے کہا یا اللہ میری امت پر آسانی کیجئے۔ پھر مجھے پیغام دیا گیا میں دو طریقوں یا دو حرفوں میں پڑھوں، میں نے پھر التجاء کی کہ یا اللہ میری امت پر آسانی کیجئے۔ تیسری مرتبہ مجھے کہا گیا کہ قرآن مجید سات طریقوں یا سات احرف کے مطابق پڑھو۔

(۴) اور اسی طرح حضرت ابن کعبؓ کی دوسری حدیث کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنی غفار نے ایک حوض باندی کے قریب موجود تھے کہ جبریل علیہ السلام تشریف لائے............الخ۔

(۵) اور ابو ہریرہؓ والی حدیث جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (**انزل القرآن علیٰ سبعة احرف والمراء فی القرآن کفر، ثلاثا ما عرفتم منه فاعملوا به ما جهلتم فردّو الیٰ عالمه**)

قرآن پاک سات احرف پر نازل کیا گیا اور قرآن پاک میں شک کفر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ تین مرتبہ دہرائے جس چیز کا تمہیں علم ہو اس پر عمل کرو اور جس کا تمہیں علم نہ ہو اس بارے اہل علم سے رجوع کرو۔

الحرف کا لغوی معنی:۔

احرف حرف کی جمع ہے جیسے (اَفْلُسُ فَلْس) کی جمع ہے لفظ حرف مختلف معانی کے لئے آیا ہے مثلاً طرف، کنارہ، حد جانب اور پہلو۔ حرف الجبل حرف الرغیف حرف النھر اور حرف الصّف ان سب کلمات میں حرف جانب اور کنارہ کے معانی میں آیا ہے۔ متعدد قراءت میں کسی ایک وجہ یا ایک قراءت کو بیان کرنے کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ ہر قاری کی قراءت کو حرف کہتے ہیں مثلاً حرف ابی بن کعب، ابن مسعودؓ وغیرہ، یعنی ان کی قراءت، مذکورہ بالا معانی پر غور کرنے سے یہ بات سمجھ آتی ہے کہ آخری دو مفہوم کے مقام اور موقعے کی مناسبت سے ہیں یعنی قراءت کی ایک وجہ یا مطلقاً قراءت۔

سبعۃ کا مطلب:۔

(۱) بعض علماء کے نزدیک سبعۃ سے مراد مخصوص عدد نہیں بلکہ کثرت کو بیان کرنے کے لئے یہ لفظ لایا گیا اکائیوں میں کثرت کے لیے سبعین کا لفظ اور سینکڑوں میں کثرت کے لئے مائۃ کہا جاتا ہے۔

(۲) جمہور کے نزدیک لفظ سبع سے مراد مخصوص عدد ہے یعنی وہ عدد جو چھ اور آٹھ کے درمیان آتا ہے راجح قول بھی یہی ہے۔ کیونکہ تمام روایات میں لفظ سبع ضرور آیا ہے اسی طرح یہ حرف متواتر ہے۔

احرف سبعۃ کے مفہوم کے بارے میں علماء کے اقوال:۔

احرف سبعۃ کے مفہوم کے حوالے سے علماء میں بہت اختلاف ہے حتی کہ اس بارے میں تقریباً چالیس سے بھی زیادہ اقوال (۱) منقول ہیں۔

حاشیہ (۱) ہر ایک قول کے قائلین کا ماخذ ان کی ذہنیت ہے۔

علامہ سیوطیؒ نے الشریف المزنی المرسی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اکثر اقوال ایک دوسرے کی تشریح ہیں مجھے ان کی سند کا علم نہیں اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ انہیں کس نے نقل کیا۔ یہ چیز بھی واضح نہیں ہوتی کہ ان سے مراد حرف سبع کیوں لیا ہے اکثر اقوال ایسے ہیں جو حضرت عمرؓ اور ہشام بن حکیمؓ والی حدیث سے متصادم ہیں ان اقوال کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) بلا دلیل اور غیر معتد بہ اقوال۔

(۲) معتد بہ اقوال جن پر مجموعی حوالے سے کوئی دلیل موجود ہو یا دلیل نما کوئی بہ چیز ان کے بارے میں منقول ہو۔

(۱) پہلا قول جو بعض فقہاء سے منقول ہے وہ کہتے ہیں: ''احرف سبعہ سے مراد سات چیزیں ہیں، یعنی مطلق، مقید، خاص، نص، ومووّل ناسخ ومنسوخ، مجمل ومفسر، استثناء اور اس کی اقسام۔

(۲) یہ قول بعض اہل لغت وبلاغت سے منقول ہے وہ کہتے ہیں۔ ''احرف سبعہ سے مراد حذف وصلہ، تقدیم وتاخیر، قلب واستعارہ، تکرار وکنایہ، حقیقت ومجاز، مجمل ومفسر، ظاہر وغریب ہیں۔

(۳) تیسرا قول جو بعض اہل تصوف سے منقول ہے وہ کہتے ہیں۔ احرف سبعہ سے مراد معاملات ومبادلات کی سات قسمیں ہیں۔ یعنی زہد وقناعت یقین کے ساتھ، خدمت اور عاجزی حیا کے ساتھ مجاہدہ ومراقبہ خوف کے ساتھ، سخاوت فقر وغربت کے ساتھ رجاع وتضرع اور استغفار رضا کے ساتھ، شکر، صبر محاسبہ کے ساتھ اور محبت وشوق اور مشاہدے کے ساتھ اس طرح کے اقوال کو رد کرنے کے لیے بہت ساری دلیلیں ہیں۔ ان اقوال پر کوئی شرعی دلیل واضح حجت نہیں ہے بلکہ ہر گروہ نے اپنے علمی فکری اور عملی رجحانات کی بنیاد پر ''احرف'' کی تشریح کی ہے۔

(۱) **پہلا قول:۔** احرف سبعہ سے مراد عرب کی سات مشہور لغتیں ہیں۔ اس قول کو جمہور فقہاء اور جمہور محدثین نے نقل کیا ہے۔

اوّل:۔ یہ لغات قرآن پاک میں متفرق مقامات پر بیان ہوتی ہیں یا ایک حرف اور کلمے میں اکھٹی کہیں بیان ہوئی ہیں۔ ابوعبید ودیگر کا خیال ہے کہ لغات قرآن پاک مختلف مقامات پر بیان ہوئی ہیں۔

ثانی:۔ دوسرا اختلاف یہ ہے کہ اب بھی قرآن پاک میں ساری لغات موجود ہیں یا لغات قریش کے علاوہ باقی سب منسوخ ہوگئی۔ ابوعبید ودیگر کا خیال ہے کہ سب لغات موجود ہیں جب ابن جریر وغیرہ کا خیال ہے کہ لغت قریش کے علاوہ باقی لغات منسوخ ہو چکی ہیں۔

(۲) **دوسرا قول:۔** اکثر علماء قراء جن میں سردست ابن قیتبہ (التوفی ۲۷۶) الباقلانی (التوفی ۴۰۳ھ) رازی

(المتوفی ۴۵۴ھ) ابن الجزری (المتوفی ۸۳۳ھ) وغیرہ ہیں ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ کہ احرف سے مراد قراءت کی وہ مختلف شکلیں ہیں جن کی وجہ سے قرآنی کلمات میں فرق اور تغیر واقع ہوتا ہے اس بات پر ان تمام حضرات کا اتفاق ہے کہ قراءت سات ہیں تاہم اس کی تعین میں اختلاف ہے یعنی کن سات چیزوں میں فرق ہے۔

یہ معاملہ مختلف فیہ ہے:۔ امام بن قتیبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے قراءت میں اختلاف کی وجوہ تلاش کی تو وہ سات (۷) ہیں۔

(۱) اعراب یا مبنی حرکت میں فرق یا اختلاف ہو۔ لفظ کا معنی اور صورت ایک ہی ہو۔(۱)

(۲) اعراب اور حرکت میں اختلاف ہو بایں صورت کے لفظ کا معنی بدل جائے لیکن شکل وصورت نہ بدلے۔(۲)

(۳) حرف میں اختلاف بایں معنی ہو کہ لفظ کی شکل وصورت تو وہی ہو لیکن اسکا مفہوم بدل جائے۔(۳)

(۴) قراءت کا اختلاف بایں صورت ہو کے معنی تو وہی ہے لیکن لفظ کی شکل وصورت بدل جائے جیسے ان کانت الاصیحۃ اور دوسری رایت الازقیۃ واحدۃ۔

(۵) قراءت کا اختلاف اسطرح ہو کہ شکل وصورت ومعنیٰ دونوں ہی بدل جائے۔

(۶) تقدیم وتاخیر اختلاف ہو جیسے (وجاءت سکرۃ الموت بالحق (ق: ۱۹)) اور دوسری روایت کے مطابق (وجاءت سکرۃ الحق باالموت (ق: ۱۹))

(۷) الفاظ کی زیادتی اور کمی کا اختلاف ہو جیسے۔ وَمَا علمته ایدیھم جبکہ دوسری روایت میں وَمَاعَمِلت ایدیھم

اس دقیق اور پر مغز بحث وگفتگو کے بعد ہمارے لئے آسان ہوگیا کہ کسی ایک قول کو ترجیح دینے اور اس پر دلائل وحجت قائم کرنے کے بجائے چند اقوال حق وصواب کے قریب قرار دیا جائے۔

حاشیہ (۱) جیسے ھن اَطْھرلکم میں اطھر پر رفع ونصب۔

(۲) جیسے ربَّنا باعد میں باعد صیغہ امر اور صیغہ ماضی کیساتھ۔

(۳) کیف ننشزھا اور دوسری ننشرھا (راء) کیساتھ۔

لہٰذا ہم یہ کہتے ہیں کہ احرف سبعہ سے مراد ہے۔ قرآن پاک کو سات طریقوں سے پڑھنے کا جواز کہ اس میں کسی ایک قراءت کو اپنایا جاسکتا ہے۔ اس کی وضاحت کچھ یوں ہے۔

لفظ سبعہ سے مراد سات کا عدد ہی ہے یعنی قراءت کی زیادہ سے زیادہ تعداد سات ہوسکتی ہے اور یہ اختلافات قراءت ایک ہی کلمے میں ممکن ہیں جیسے ''ارجہ'' (الاعراف: ۱۱۱، الشعراء: ۳۶) اس میں چھ قراءت ہیں اسطرح ''وَیَتَّقْہِ'' (النور: ۵۲)

اس میں چار قراءات ہیں تاہم اس سے یہی لازم نہیں آتا کہ ہر قرآن حرف یا کلمہ میں وہی سات وجوہات ہوں۔
"الاحرف" کا مطلب وجوہ ہے یعنی مختلف قراءت کیونکہ حدیث کے مختلف الفاظ کو دیکھا جائے تو یہی صورت
سامنے آتی ہے کہ اکابر علماء نے اس معانی کو راجح قرار دیا ہے جیسے۔ ابوالحاتم السجستانی، ابن قتیبہ، ابوبکر الباقلانی، ابوالفضل،
الرازی اور ابن الجزری وغیرہ۔

السوال الثالث..........(الف):۔

(ا) ترتیل کے لغوی اور اصطلاحی معنیٰ لکھ کر اس کی تشریح میں علماء سلف کے اقوال تحریر کریں نیز قرآن کی روشنی میں
ترتیل کی اہمیت لکھنا نہ بھولیں۔ (17) وقف مختار کی قسمیں تفصیلاً لکھیں۔ (17)

جواب............امور مطلوبہ:۔

(ا) ترتیل کے لغوی و اصطلاحی معنی اور اس کی تشریح میں علماء سلف کے اقوال۔

ترتیل کے لغوی معنی:۔ الترتیل مصدر ہے رتل کا باب تفعیل سے مثلاً تو کہتے رتل فلان کلامہ، فلاں آدمی ٹھہر ٹھہر
کر گفتگو کر رہا ہے یعنی بعض کلام بعض کا اتباع کر رہا ہے بغیر کسی عجلت کے ٹھہر کر۔ اور کہا جاتا ہے کلام رتل یعنی
ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرنا۔

ترتیل کی اصطلاحی تعریف:۔ سکون واطمینان کے ساتھ معنی پر غور کرتے ہوئے احکام تجوید اور وقف کی رعایت
رکھتے ہوئے قرآن پاک کی تلاوت کرنا پس ترتیل تلاوت کی وہ منزل من اللہ کیفیت ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمان: ورتل (۱)
القران ترتیلا (مزمل: ٤) کی تفسیر و مفہوم سے ثابت ہے۔

حاشیہ (۱) علامہ بیضاویؒ نے اس آیت کی تفسیر جوّدِالقُرْاٰنَ تجْوِیْدًا کی ساتھ فرمائی۔

اس آیت میں سلف سے متعدد اقوال منقول ہیں:۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ظاہر کر کے پڑھو۔ صحابہؓ فرماتے ہیں۔ غور وفکر کر کے پڑھو
ضحاکؒ فرماتے ہیں۔ اسکا ایک ایک حرف پڑھنا۔ یعنی ٹھہر ٹھہر کر اور آہستہ پڑھنا۔ اور ایک حرف کو دوسرے حرف سے واضح
کرنا۔ حضرت حسنؒ اور قتادہؒ فرماتے ہیں۔ (اقرائه قراءة بينة) اس کی تلاوت کو خوب واضح کرنا اور حضرت قتادہ نے فرمایا
لفظ ترسل بہ یعنی آہستہ پڑھنا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ ترتیل حروف کی عمدگی اور وقوف کی پہچان کو کہتے ہیں۔

ترتیل کی اہمیت:۔ قرآن پاک کے اندر ترتیل کی اہمیت واضح ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ورتلنه ترتيلا۔

اس میں اللہ تعالیٰ نے ترتیل کی اضافت اپنی ذات کی طرف کی ہے ایسے ہی ترتیل کی تاکید اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ ورتل القران ترتیلا، (مزمل : ٤) سے بھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر عمل کا حکم فرمایا اور اس کی جگہ ترتیل کی اہمیت اور بھی زیادہ ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فعل امر پر اختصار نہیں کیا بلکہ اس کو ترتیلا مصدر کے ساتھ مؤکد کیا۔ اس مصدر کا اہتمام کلام اللہ کی تعظیم کے لئے ہے تاکہ یہ اہتمام قرآن کریم کے تدبر اور تفہم میں مددگار رہو۔ اس آیت سے بھی اس کا مفہوم واضح ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

" وَقُرانًا فَرَقْنٰه لِتَقْرَاَة علی الناس علیٰ مُکْث ونَزَّلْنٰهُ تنزیلا "

کلمہ مکث کا معنی ہے اسطرح ٹھہر ٹھہر کر اور آہستہ پڑھنا کہ پڑھنے والا قراءات کا حقِ ترتیل اور حق تبیین ادا کرلے اور اس کا حق یہ بھی ہے کہ اس کے الفاظ کو عمدہ تلاوت اور اچھی آواز کے ساتھ خوبصورت کرلے جتنا ممکن ہو اور اللہ تعالیٰ کے قول (الذین اٰتینٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهُ حقَّ تِلاوَتِهٖ (البقرہ: ١٨١) میں بھی اسی طرح اشارہ ہے۔

تلاوت کا حق:۔ الفاظ کی ترتیل حروف کی عمدگی، معانی کی سمجھ اور اس کے مقتضاء پر عمل کرنا ہے اور اس کی تائید کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

" ولا تعجل بالقران من قبل ان یقضیٰ الیك وحیه (طٰهٰ ١٤٤) "

سے ہوتی ہے کہ اس آیات میں جلدی اور تیزی سے قراءت کرنے سے منع کیا گیا ہے کیونکہ جلدی پڑھنے سے تلاوت کی ادائیگی جس لحن کے خوف سے اور حروف کو ان کے حقوق نہ دینے کی وجہ سے جن کے وہ مستحق ہے۔ ترتیل کے امر کی مخالفت ہوتی ہے۔

(۲) وقف مختار کی قسمیں تفصیلاً لکھیں۔

وقف مختار کی قسمیں:۔

وقف اختیاری:۔ وہ وقف ہے جو اسباب وقف میں کسی سبب کی وجہ سے نہ ہو بلکہ پڑھنے والا اپنے اختیار سے وقف کرلے اور اس کی تقسیم میں اقسام وانواع میں متعدد اقوال ہیں لیکن راجح اور مختار قول کے مطابق اس کی چار قسمیں ہیں.

(۱) تام (۲) کافی (۳) حسن (۴) قبیح

پہلی تین قسمیں وقف جائز کی ہیں اور آخری قسم ناجائز کی ہے اور اسکا ذکر تتمہ کے طور پر کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والا اس سے بچ سکے۔

وقف تام:۔ وہ وقف ہے جہاں معنی مکمل ہواور اس کا مابعد سے لفظی ومعنوی تعلق نہ ہواور اس کی صورتیں آیت کے اختتام پراور قصہ وصورت کے مکمل ہونے پر ہوتی ہے۔ جیسے وقف کرنا، "ملك يوم الدين" "ولا الضالين" "اُولئك هم المفلحون" پر

وقف تام کاحکم:۔ وقف ٹھیک ہے اور ابتداء مابعد سے کرے گا۔

وقف کافی:۔ وہ وقف ہے جس میں معنی مکمل ہو لیکن مابعد کے ساتھ معنوی تعلق ہو لفظی نہ ہو جیسے۔ اَمْ لَمْ تنذر هم لايؤمنون (البقره: ٦) پر وقف کرنا ہے۔

وقف کافی کاحکم:۔ وقف ٹھیک ہے لیکن ابتداء مابعد سے کرلے۔

وقف حسن:۔ وہ وقف ہے جس پر معنی مکمل ہو اور مابعد کے ساتھ لفظاً معناً تعلق ہو جیسے۔ اَلْحمد لِلّٰهِ، پر وقف کرنا فاتحہ کے شروع یا "هدی للمتقين" پر وقف کرنا۔

وقف حسن کاحکم:۔ وہ وقف اگر رؤس آیت پر ہو جیسے۔ "هدی للمتقين" "رب العلمين" تو اس پر وقف ٹھیک ہے۔ ابتداء مابعد سے کی جائے گی بلکہ جمہور کے نزدیک سنت ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ ایک ایک آیت کی تلاوت کرتے تھے اگر رؤس آیت نہ ہو جیسے۔ "الحمدلله"، تو وقف جائز ہے لیکن ابتداء آگے سے ناجائز ہے۔

وقف قبیح:۔ وہ ہے کہ ایسی جگہ وقف کرنا جہاں معنی مکمل نہ ہو اور مابعد سے لفظاً معناً تعلق بھی ہو جیسے۔ مضاف اليه پر وقف کرنا اسی طرح خبر کے بغیر مبتداء پر یا ایسے فاعل کے بغیر فعل پر وقف کرنا جیسے "الحمد لله" سے "الحمد" یا "بسم الله" سے "بسم" یا جیسے "رب العلمين" سے "ربّ" اور اسی طرح ایک ایسی جگہ پر وقف کرنا جہاں مفہوم پورا نہ ہو۔

وقف قبیح کاحکم:۔ ارادۃً جائز نہیں مگر ضرورت کے لئے جیسے سانس کا ختم ہونا یا چھینک آجانا ان جیسے عوارض اور ایسے ہی مابعد سے ابتداء جائز نہیں بلکہ ماقبل سے اعادہ ضروری ہے۔

☆-----------☆-----------☆

السوال الثالث (ب)..................:۔

(۱) قراءات متواترات کے دس ائمہ کے نام لکھے اور قراءت شاذہ کے ائمہ کے نام بھی تحریر کریں۔(17)

(۲) امام عاصم کوفیؒ کے حالات زندگی اور امام حفصؒ اور شعبہؒ کا مختصر تعارف سپرد قلم کیجئے۔(17)

جواب.............امور مطلوبہ:۔

(۱) قراءت متواترہ کے دس ائمہ کے نام:۔

(۱) نافع مدنی (۲) ابن کثیر مکی (۳) ابوعمرو بصری (۴) ابن عامر دمشقی

(۵) عاصم کوفی (۶) حمزہ کوفی (۷) علی الکسائی (۸) امام ابوجعفر یزید بن قعقاع مدنی

(۹) امام یعقوب بن اسحاق حضرمی (۱۰) امام خلف بن ہشام بزرار بغدادی۔

(۲) قراءت شاذہ کے ائمہ کے نام:۔

(۱) حسن البصری (المتوفی ۱۱۰ھ) (۲) محمد بن عبدالرحمٰن ابن محیصن (المتوفی ۱۲۳ھ)

(۳) یحییٰ بن المبارک الیزیدی البغدادی (المتوفی ۱۴۸ھ)

(۴) سلیمان بن مہران الاسدی الاعمش (المتوفی ۱۴۸ھ)(۱) (۵) حضرت ابن مسعودؓ (المتوفی ۳۲ھ)

(۶) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ (المتوفی ۵۲ھ) (۷) حضرت ابن زبیرؓ (المتوفی ۷۳ھ)

(۸) حضرت مسروق بن الاجداع الکوفی (المتوفی ۶۳ھ)

(۹) نصر بن عاصم اللیثی البصریؒ (المتوفی ۹۹ھ) (۱۰) مجاہد بن جبر المکی (المتوفی ۱۰۳ھ)

(۱۱) ضحاک بن فراحم (المتوفی ۱۰۵ھ) (۱۲) محمد بن سیرین البصری (المتوفی ۱۱۰ھ)

حاشیہ(۱) قراءات متواترہ کے بعد مشہور چار راوی یہی پہلے راوی ہیں۔اور بعد والے تمام عمومی راوی ہیں۔ پہلے چاروں کو شہرت کی وجہ سے اول ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) امام عاصمؒ کے حالات زندگی:۔

نام ونسب:۔ عاصم بن بہولۃ ابوالنجو دکوفی، حناط ولاء اسدی بنی خزیمہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

آپکی کنیت:۔ ابوبکر ہے کچھ حضرات کی رائے ہے کہ ''ابوالنجو د آپ کے والد اور بہدلۃ آپکی والدہ کا نام ہے بعض نے کہاہے کہ ابوالنجو دکا نام عبداللہ ہے۔

ولادت وفات:۔ تراجم کی کتابوں میں تاریخ ولادت مذکور نہیں آپ کی وفات ۱۲۷ھ میں ایک قول کے مطابق

کوفہ میں اور ایک قول کے مطابق شام میں ہوئی سن وفات میں دو قول (۱۲۸ھ، ۱۲۹ھ) اور بھی ہیں پہلا قول ہی اصح ہے۔

اساتذہ:۔ بہت زیادہ تعداد میں اساتذہ سے کسب فیض کیا ان میں سے بعض حضرات کے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن حبیب السلمٰی (ت ۷۳ھ)

(۲) ابومریم ابن جیش الاسدی (۸۲ھ)

(۳) ابوعمر سعد بن الیاس الشیبانی۔ (ت ۹۶)

اسطرح آپ نے ابورمثہ رفاعہ بن یثربی تمیمی سے روایت ہے کہ آپ نے رفاعہ بن یثربی اور حارث بن حسان بکری سے بھی کسب فیض کیا ہے اور ان دونوں کی صحبت بھی حاصل رہی ہے اس طرح انس بن مالکؓ سے بھی پڑھا ہے۔

تلامذہ:۔ آپ کے تلامذہ بے شمار ہیں ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) ابان بن تغلب۔ (ت ۱۴۱ھ) (۲) حماد بن سلمة۔ (ت ۱۶۷ھ)

(۳) سلیمان بن مہران اعمش۔ (ت ۱۴۷ھ) (۴) ابوبکر شعبہ بن عیاش۔ (ت ۱۹۲ھ)

(۵) ابوعمر حفص بن سلیمان مغیرہ۔ (ت ۱۸۰ھ)

اس طرح آپ سے ابوعمرو بن العلاء۔ (ت ۲۲۸ھ) وحمزہ بن حبیب زیات اور ہارون بن موسیٰ اعورو نے حروف قرآن کی روایت کی ہے۔

فضائل ومناقب:۔

آپ کوفہ کے شیخ التدریس تھے ابوعبدالرحمٰن السلمٰی کی وفات کے بعد ان کی جگہ میں تدریس کی ذمہ داری ان کے سپرد ہوئی۔ فصاحت وتحریر تقریر والی صفات کے مالک تھے اور لوگوں میں سب سے زیادہ خوش الحانی سے قرآن پڑھنے والے تھے ابواسحاق نے کہا ہے کہ میں نے عاصم سے زیادہ کسی کو قرآن پڑھتے نہیں دیکھا۔ ابن عیاش کہتے ہیں کہ عاصم نے مجھے فرمایا کہ میں دو سال بیمار رہا لیکن جب قیام کرتا (نماز میں) تو بغیر کسی غلطی کے مکمل قرآن مجید پڑھ لیتا۔

مشہور راوی:۔

امام عاصم رحمہ اللہ کی قراءت دو راویوں کے ساتھ مشہور ہوئی ہے شعبہ وحفص یہ دونوں امام عاصم رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں

امام شعبہؒ کا مختصر تعارف:۔

آپ کا نام ابوبکر شعبہ بن عیاش بن سالم رحمہ اللہ حناط کوفی اسدی، کاہلی نہشلی آپ کے نام میں تیرہ

اقوال ہیں، سب سے صحیح یہ ہے کہ آپ کا نام شعبہ ہے اور آپ آزاد کردہ غلام تھے ولادت سن ۹۴ھ میں ہوئی اور اسی ماہ ہارون الرشید کی بھی طوس میں وفات ہوئی ننانوے سال عمر پائی اور اپنی وفات کے چند سال پہلے ہی تدریس چھوڑ چکے تھے انہوں نے امام عاصم سے روایت کی ہے اور تین مرتبہ انہوں نے قرآن مجید سنایا ہے اور عطاء بن سائب واسلم منقری کو بھی قرآن مجید سنایا اور ابو یوسف اور یحییٰ بن محمد العلیمی نے آپ کو قرآن مجید سنایا کثیر تعداد میں قراء نے آپ سے قرآن پاک سن کر روایت کیا۔ ان میں سے علی کسائی یحییٰ بن آدم، خلاف صیرفی وغیرہ لوگ شامل ہیں جیسا کہ ابن مبارک اور ابو داؤد طیالسی اور احمد بن حنبل حضرات نے آپ سے روایت کی ہے۔

آپ بہت بڑے امام اور عالم باعملِ اہل سنت کے امام تھے آپ کا فرمان ہے: جو اعتقاد رکھتا ہو کہ قرآن مخلوق ہے وہ ہمارے نزدیک کافر و زندیق، اللہ کا دشمن ہے ہم نہ تو اس کے پاس بیٹھیں گے اور نہ اس سے کلام کریں گے۔ ابن معین اور نخعی فرماتے ہیں ابو بکر بن عیاش کے لئے پچاس سال تک بستر نہیں بچھایا گیا۔

امام حفص کا مختصر تعارف:۔

آپ کا نام ابو عمر بن سلیمان بن مغیرہ، اسدی و کوفی بزار غاضری تھا آپ حفیص کے ساتھ بھی پہچانے جاتے ہیں۔ امام عاصم کے شاگردوں میں سب سے زیادہ علم قراءت میں مہارت رکھنے والے حفص تھے اور آپ امام عاصمؒ کی پرورش میں رہے۔ (بیوی کے بیٹے تھے) اور حفظ واتقان میں ابو بکر بن عیاش سے فائق تھے آپ نے امام عاصم کی قراءت لوگوں کو بغداد میں پڑھائی اس کے بعد آپ مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہاں بھی امام عاصم کی قراءت سے لوگوں کو روشناس کیا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ صحیح روایت جو میں نے امام عاصم کی قراءت سے روایت کی ہے وہ حفص بن سلیمان کی روایت ہے وہ تدریس میں مہارت رکھتے تھے اور قراءت کو محفوظ کرنے والے ہیں اور بہت سے لوگوں کو پڑھایا۔ امام حفص کہتے ہیں میں نے امام عاصم سے کہا کہ ابو بکر میری مخالفت کرتے ہیں تو فرمایا میں نے آپ کو اس طریقے سے پڑھایا جو میں نے ابو عبد الرحمٰن سلمی سے پڑھا تھا اور انہوں نے علی ابن طالب سے نقل کیا۔ اور جو میں نے اس کو (ابو بکر) اس طریق سے پڑھایا ہے جو میں نے زر بن جیش سے پڑھا اور انہوں عبد اللہ بن مسعود سے نقل کی سن ۹۰ھ میں پیدائش اور ۱۸۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

الورقة الرابعة فی علوم القراء ت

۱۴۳۶ھ/2015ء

السوال الاوّل..............(الف):۔

(ا) ''تعریف القراءات وتاریخھا'' پر مفصل مضمون لکھیں کہ تشنگی نہ رہے۔(33)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔ (الف) تعریف القراءات اور تاریخ قراءت پر مفصل مضمون الورقۃ الرابعہ ۱۴۳۵ھ/2014ء کے السوال الاول (الف) میں گزر چکا ہے۔

☆-------------- یا --------------☆

السوال الاوّل(ب)............:۔

(ا) ''ارکان القراءت الصحیحہ'' پر اس طرح مضمون لکھیں کہ شروط قبول صحیح اور غیر صحیح کے درمیان فرق کا معیار، قبول قراءت کے ارکان اور ان کی تفصیل پر مشتمل ہو۔(33)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔ ارکان القرءت الصحیحۃ پر تفصیلی مضمون شروط قبول، صحیح، غیر صحیح کے درمیان فرق تفصیلی بحث الورقۃ الرابعہ السوال الاول (ب) میں تفصیلی گزر چکا ہے۔

☆--------------☆--------------☆

السوال الثانی..........(الف):۔

(ا) ''القرات الشاذہ'' پر مضمون تحریر کیجئے، اس طریقہ پر کہ تعریف کے ساتھ ان کی حجیت اور قراءت شاذہ کے رواۃ اور مثالیں شامل ہوں۔(33)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔ قراءت شازہ کی تعریف اور حجیت پر مفصل مضمون الورقۃ الرابعہ السوال الثانی (الف) میں تفصیلی مذکور ہے۔ جبکہ قراءت شازہ کے رواۃ السوال الثالث (ب) میں اسی پرچہ میں حل شدہ ہے۔

(ا) قراءت شاذہ کی مثالیں:۔

(۱) اما یا تینکم رسل منکم (الاعراف ۱۵)

حضرت ابی ابن کعبؓ نے یا تینکم کے بجائے تاتینکم تائے تانیث کے ساتھ پڑھا، اس لئے کہ فاعل لفظ رسل کی جمع تکسیر ہے اور اس کے لئے فعل مذکور اور مؤنث دونوں طرح لانا جائز ہے یہ قرات غیر متواترہ ہے۔

(۲) (فاسعو الی ذکر اللہ) الجمعه

مسروق بن الاجدع نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے لفظ فاسعو کے بجائے (فامضوا) نقل کیا، لیکن یہ لفظ رسم عثمانی کے خلاف ہے تاہم اسے قرات متواترہ کی تفسیر کہا جاسکتا ہے اور اسے قراءت مدرجہ بھی کہتے ہیں۔

(۳) (وما خلق الذکر والانثیٰ) (اللیل ۳)

اس آیت کو والذکر والانثیٰ پڑھا یہ روایت غیر متواترہ ہے اور رسم عثمانی کے مطابق بھی نہیں ہے۔

ابن شنبوذ (التوفی ۳۲۸) سے جو قراءت شاذہ منقول ہیں اور جنہیں ابن مجاہدؒ نے ان کی موجودگی میں اپنے ہاتھ سے لکھا ان سے پوچھا تو ابن شنبوذ نے انہیں پڑھنے کا اعترف کیا، یہ واقعہ بروز ہفتہ 4، ربیع الثانی ۳۲۳ھ کو پیش آیا، آیات یہ ہیں۔

(۱) فاسعوا الی ذکر اللہ کی جگہ فامضو الی ذکر اللہ.

(۲) وتجعلون رزقکم...... الواقعه : ۸۲) کی جگہ وتجعلون شکر کم انکم تکذبون.

(۳) (کل سفینۃٍ غصبا) الکهف :۷۹) کی جگہ (کل سفینة صالحة غصبا)

(٤) (کالعهن المنفوش) القارعة : ٥) کی جگہ (کالصوف المنفوش) وغیرہ ہیں۔

☆-------------- یا --------------☆

السوال الثانی (ب)..............:۔

(ا) سبعہ احرف کی بحث پر مشتمل مضمون لکھیئے اور بتائیں کہ مصاحف عثمانی سبعۃ احرف میں شامل ہیں یا نہیں؟ (33)

جواب.........امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔ سبعہ احرف کی مراد اور اس پر مفصل مضمون الورقۃ الرابعۃ کے السوال الثانی (ب) میں تفصیلی گزر چکا ہے۔

(۲) **مصاحف عثمانی سبعۃ احرف میں ہے یا نہیں:۔**

علماء کے اس میں تین اقوال ہیں:۔

(الف):۔ امام طبریؒ طحاویؒ، ابن حبان اور ابن عبدالبرؒ وغیرہ کی رائے کے مطابق مصاحف عثمانیہ صرف لہجہ قریش پر مشتمل ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے ایک قریشی وفد سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ''اگر تمہارا کسی اور کسی قراءت پر اختلاف ہو جائے تو اسے قریش کے لہجے تحریر کرنا کیونکہ قرآن پاک انہی کے لہجے پر نازل ہوا'' ان حضرات کا استدلال یہ بھی ہے کہ ابتدائے اسلام میں آسانی اور سہولت کے لئے سات قراءت کی اجازت دی گئی مختلف لغات اور لہجے مسلمانوں کے درمیان اختلافات اور جھگڑوں کا باعث بن رہے تھے لہذا حضرت عثمانؓ نے لغت قریش کو باقی رکھا، موجودہ تمام قراءت اگرچہ تعداد میں کثیر ہیں لیکن وہ ایک ایک قراءت کی شکل میں ہی واضح ہوتی ہے۔

(ب):۔ بعض فقہاء قراء اور متکلمین کا مذہب ہے کہ مصاحف عثمانیہ تمام احرف سبعۃ پر مشتمل ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے مصاحف کے بجائے مصاحف عثمانیہ دنیا میں پھیلے اور یہ مصاحف ساتوں قراءت پر مشتمل ہیں علامہ زرقانیؒ نے اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ''مصاحف عثمانیہ تمام احرف سبعہ پر مشتمل ہیں اسکا مطلب یہ ہے کہ ان مصاحف میں سے ہر ایک کسی خاص قراءت میں منقول ہے۔ بعض صورتوں میں ساری قراءتیں اور کبھی بعض قراءتوں کو ظاہر کیا گیا ہے اور اس سارے طریقے میں قرآن پاک کے اصل اور متن میں کوئی حرف نہیں آیا۔

(ج) جمہور ائمہ کا قول:۔ جمہور سلف وخلف کا مؤقف ہے کہ مصاحف عثمانیہ ان سات قراءت پر مشتمل ہیں جو حضور ﷺ نے آخری رمضان مبارک میں حضرت جبریلؑ کو پڑھ کر سنائی تھیں کوئی بھی مصحف اکیلے ہی سات احرف پر مشتمل نہیں ہے بلکہ جو روایات متواتر اور صحیح طور پر ثابت ہیں وہ مختلف مقامات پر بیان ہوئی ہیں ان کے دلائل۔

(۱) مصاحف عثمانیہ کو حضرت ابوبکرؓ کے دور میں جمع ہونے والے مصاحف سے ہی اکھٹا کیا گیا اور سبعہ احرف حضرت ابوبکر صدیقؓ والے قرآن میں بھی موجود تھے

(۲) کسی صحیح یا ضعیف روایت میں یہ بات نہیں آئی کہ حضرت عثمانؓ نے باقی قراءت کو لغو اور ختم کرنے کا حکم دیا ہو۔

(۳) مصاحف عثمانیہ جس اختلافات قراءت کا وجود دلیل ہے کہ احرف سبعہ اب بھی موجود ہیں اگر مصحف ایک لغت میں ہوتا تو باقی وجوہات کو ذکر ہی نہ کیا جاتا۔

السوال الثالث..............(الف):۔

(۱) رسم عثمانی کے التزام میں اختلاف لکھ کر جمہور کے مسلک کی وضاحت کیجئے اور جو دلائل ہیں ان کا احاطہ کیجئے۔اس حوالہ سے قول رسول اللہ ﷺ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے خصوصًا ذکر کیجئے۔(34)

جواب..........امور مطلوبہ:۔

نوٹ:۔

(۱) رسم عثمانی کے التزام میں اختلاف اور جمہور کا مسلک دلائل کے ساتھ:۔

مصحف عثمانی کے رسم کے التزام کا حکم:۔ اکثر کلمات قرانیہ کا رسم تلفظ کے موافق ''یعنی وہ قیاس'' ہے بہر حال وہ کلمات کہ جن کا رسم تلفظ کے خلاف ہے تو آیا اس کو رسم عثمانی کی اتباع واجب ہے۔یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اس میں علماء کرام کے تین اقوال ہیں۔

(۱) **جمہور کا قول:۔** جمہور کا مسلک یہ ہے کہ مصاحف کی کتابت میں رسم عثمانی کی اتباع لازم اور ضروری ہے۔جمہور کے مستدلات درجہ ذیل ہیں۔

(۱) بے شک آپ ﷺ کے ہاں کتابتِ وحی کاتبین مقرر تھے اور انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے ''وحی منزل'' کو کتابت کیا۔اور آپ ﷺ نے اسی کتابت پر انہیں ثابت رکھا بلکہ آپ ﷺ تو کاتبین وحی کو کتابت کے طریقے کی رہنمائی بھی فرماتے تھے۔

(۲) انہی میں سے آپ ﷺ کا ایک فرمان مبارک حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو بھی ہے۔

(۲) **(الف۔الدواۃ وحرف القلم الخ):۔** یعنی سیاہی کو درست رتیار کرو اور قلم کو ترچھا بناؤ اور (حرف باء) کو درست کرو۔اور (حرف سین) کے دندوں کو واضح کرو۔حرف میم (کی آنکھ) کو ٹیڑھا کرو اور لفظ اللہ کو خوبصورت کرو لفظ الرحمٰن کو لمبا لکھو۔الرحیم کو خوبصورت لکھو۔اور اپنے قلم کو بائیں کان پر رکھو (اسلئے کہ ایسا کرنا) قوت حافظہ کا سبب ہے یہ اس بات ہر دلالت کر رہی ہے کہ بے شک رسم توصیفی ہے اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اجتہاد کا کوئی دخل نہیں لہذا امت پر اس کی اتباع اور اس کے خلاف نہ کرنا لازم وضروری ہے

(ب):۔ جب حضرت ابوبکرؓ کا دور آیا تو حضرت عمرؓ کے ان کو ابھارنے پر انہوں نے قرآن کریم کے جمع اور اس کی کتابت کا حکم فرمایا۔پس جیسے آپ ؐ کے سامنے کتابت ہوئی تو بالکل اسی کے مطابق سے جمع کیا اور اس کی کتابت مکمل ہوئی

اورصحابہ کرام علیہم اجمعین نے باوجود کثرت کے کسی صحابی رسول ﷺ نے اس سے اختلاف نہیں کیا۔

(ج):۔ پھر حضرت عثمانؓ کا دور آیا تو انہوں نے وجوہ ثابتہ بین الصحابہ رضی اللہ عنہم کے مطابق قرآن کریم کی کتابت وجمع کے چار رکنی کیمٹی تشکیل دی اوران کے لئے ضابطہ وضع کیا کہ جس پروہ جمع کریں۔پس پوراقرآن کریم ان تمام وجوہ احرف کے مطابق جوصحابہ کرامؓ کے درمیان ثابت تھیں جمع کردیا گیا۔اوراصح قول کے مطابق چھ عدد مصاحف تیار ہوگئے۔اور یہ وہی مصاحف ہیں کہ جس پر مصاحف عثمانیہ کا اطلاق ہوتا ہے اورامت نے اس رسم کی تقلید کی اوران کی کتابت رسم عثمانی کے نام سے مشہور ہوگئی اور اِس رسم پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے ان میں سے کسی ایک نے بھی کسی ایک چیز کا انکارنہیں کیا۔اوراجماع صحابہ کرامؓ رضوان اللہ عنہم کی اتباع امت پرواجب ہے۔اوراسی رسم کے (توصیفی ہونے پر) علماءامت کے بارے میں سوال کیا گیا توانہوں نے ارشادفرمایا کہ میں اس مخالفت کو جائزنہیں سمجھتا۔اورامام جعبریؒ وغیرہ نے رسم عثمانی کی اتباع کے وجوب پرائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے

(ب):۔ **بعض الناس کا مذہب:۔** بعض کی رائے یہ ہے کہ مصاحف کی کتابت اہل ضاعتہ الخط کے قواعد کے موافق رسم املائی جائز ہے۔انہوں نے دووجہ سے دلیل پیش کی ہے۔

(۱) اس لئے صحابہ کرامؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے مصاحف کواس رسم پرلکھا۔جوکہ ان کے ہاں اہل خط سے حاصل ہوااوروہ خودصحیح،عمدہ لکھنے پرقادرنہ تھے پس ان سے کلمات قرانیہ کے رسم میں خطاواقع ہوئی۔لہذاہمارے لئے اس قسم کی اتباع لازم وضروری نہیں ہے بلکہ ہمارے اوپراس میں مخالف لازم ہے اس لئے کہ انکاررسم لوگوں کوخلط،التباس اور پریشانی میں ڈالتاہےاوران کوقراءات صحیحہ پرقدرت نہیں دیتا۔

(۲) اس لئے کہ رسم معین پرکتابت مصحف کی کوئی دلیل شرعی واردنہیں ہے۔

(ج):۔ **بعض متاخرین ومعاصرین کا مذہب:۔** بعض متاخرین ومعاصرین کی رائے یہ ہے کہ عموماً مصاحف کی کتابت قواعد املائیہ کے ساتھ ضروری ہے لیکن ان کے ہاں یعنی قدیم رسم عثمانی پرمثل ایسے اسلامی آثارمیں کسی ایک طرح جوکہ اسلاف سے وراثت علمی کے طورپرمنقول ہو۔اسی وجہ سے حواص کے لئے رسم عثمانی پرہی مصاحف کی کتابت کی جاتی تھی علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں یہ رائے رسمِ قرآن میں احتیاط کے حوالے سے دوجہتوں سے تقویت دیتی ہے۔

(۱) ہرزمانے میں قرآن کریم اسے معروف رسم میں کتابت ہوجوکہ عوام کوقرآن کریم میں کسی بھی التباس واحتلاط سے محفوظ رکھے۔

(۲) رسم اول جو کہ منقول ہے اس کو باقی رکھتے ہوئے اس کو ایسے پڑھنا کہ التباس کا خوف نہ کیا جا سکے۔

راجح قول:۔ اس میں راجح قول جمہور کا قول ہے اور اس کے راجح ہونے کے چند وجوہات ہیں۔

(۱) بے شک وہ رسم کہ جس کے ذریعے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قرآن کریم کی کتابت کی وہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ثابت رکھنے کے ساتھ مقبول بھی ہے اور امت پر رسول ﷺ کی اتباع واجب ہے

(۲) اس رسم پر اجماع صحابہ کرامؓ ہے اس لئے کسی ایک صحابی نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ اور یہ اعجاز کبیر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے دور میں ہوا اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کی اتباع امت پر واجب ہے جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے تمھارے اوپر میری سنت اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین جو کہ مھدیین ہیں ان کی سنت لازم ہے۔

(۳) اور تابعین کے زمانہ سے آج تک امت کا اس رسم پر اجماع ہے اور امت کا اجماع حجت شرعیہ ہے اور سبیل المومنین ہونے کی بناء پر اسکی اتباع بھی واجب ہے۔

(۴) رسم کے لیئے اہم فوائد ہیں اور مزایا کثیرہ ہیں۔ بالخصوص یہ کہ رسم عثمانی قراءات مختلفہ اور احرف منزلہ کو شامل ہے پس اس کی مخالفت میں ان فوائد کا ضائع کرنا اور انکا اہمال ہے۔

(۲) کتابت کے حوالے سے رسول اللہ کا حضرت معاویہؓ کو قول خصوصی:۔

انہی میں سے آپ ﷺ کا ایک فرمان مبارک حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو بھی ہے (الق الدواۃ وحرف القلم الخ) یعنی سیاہی کو درست رتیار کرو اور قلم کو ترچھا بناؤ اور (حرف باء) کو درست کرو اور حرف سین کے دندوں کو واضح کرو۔ حرف میم (کی آنکھ) کو ٹیڑھا نہ کرو اور لفظ اللہ کو خوبصورت کرو لفظ الرحمٰن کو لکھو۔ اور الرحیم کو خوبصورت لکھو۔ اور اپنے قلم کو اپنے بائیں کان پر رکھو اس لیئے کہ ایسا کرنا قوت حافظہ کا سبب ہے یہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ بے شک رسم توقیفی ہے اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اجتہاد کو کوئی دخل نہیں لہذا امت پر اس کی اتباع اور اس کے خلاف نہ کرنا لازم وضروری ہے۔

السوال الثالث (ب)..........................:۔

(۱) وقف کی اہمیت اور اس کی تدوین کے حوالہ سے واضح مضمون تفصیلاً لکھیں۔ عموماً وقف کی جو تقسیمیں فی علوم القراء ت کے صفحہ ۱۷۱ پر درج ہیں نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر بھی تحریر کریں (34)

جواب..................امور مطلوبہ:۔

نوٹ۔ وقف کی اہمیت اور اس کی تدوین پر مفصل مضمون اور حضرت عمرؓ کا اثر:۔

وقف کی ابتداء اور اہمیت:۔

وقف کی دلیل وہ روایت ہے جو حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے بے شک نبی کریم ﷺ جب تلاوت کرتے تھے تو ہر آیت پر ٹھہرتے تھے۔

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم میں الرّحیم پر ٹھہرتے پھر الحمد للہ رب العلیمن پر ٹھہرتے پھر الرّحمن الرّحیم میں الرّحیم پر ٹھہرتے پھر ملک یوم الدین میں الدین پر ٹھہرتے۔

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ سے وقف کا اہتمام ثابت ہے صحابہ کرامؓ براہ راست اہتمام کے ساتھ قراءت حاصل کرتے تھے اور وقف کو ایسے بھی سیکھتے جیسے قراءت کو سیکھتے تھے۔ ابن جزری نے ابن عمرؓ کا فرمان نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں ہمارے زمانے میں ہم جس سے کوئی بھی ایمان لاتا۔ اور قرآن قبول کرتا۔ تو جو بھی سورۃ محمد ﷺ پر نازل ہوتی وہ اس کے حلال و حرام اور اس کے اوامر و نواہی کو اور اوقاف کو سیکھتا جیسے تم اب قرآن سیکھتے ہو اور البتہ اب بھی جو قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہے وہ سورۃ فاتحہ سے والناس تک پڑھتا ہے اور اس کے اوامر و انہی کو اور اس کے اوقاف جانتا ہے یہ اثر دلیل ہے کہ علم وقف کی تعلیم کے اہتمام کرنے پر بلکہ یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ علم وقف پر صحابہؓ کا اجماع ہے جیسے ابن جزری نے حضرت علیؓ کے اثر کو ذکر کیا ہے تفسیر میں قول تعالیٰ " ورتل القران ترتیلا " انہوں نے ترتیل کا مطلب بیان کیا کہ ترتیل کا نام ہے حروف کو ان کے مخرج سے ادا کرنا اور وقوف کے پہچاننے کا اور فرمایا ابن جزری نے یہ بالکل صحیح ھے وقف کا سیکھنا تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور اس پر مضبوطی حاصل کرنا سلف صالح میں مذکور ہیں اور بہت سارے علماء نے سند اجازت دینے والے پر یہ شرط لگائی کہ وقف اور ابتداء کی پہچان حاصل کئے بغیر کسی کو سند اجازت نہ دے۔

علم الوقف میں سب سے پہلے لکھی گئی کتب:۔

ہمیشہ سلف صالحین صحابہؓ اور تابعینؒ سے مسائل وقف براہ راست حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ

تدوین کا زمانہ آگیا چنانچہ علماء نے اس فن کی تدوین تالیف کی ابتداء کی اور اس فن کی بعض کتب کو ہم ان کے مؤلفین کے ساتھ ذیل میں ذکر کر رہے ہیں

(۱) کتاب الوقف والابتداء مصنف: ضرار بن صرد المقری الکوفی متوفی ۱۲۹ھ۔

(۲) کتاب الوقف: ۔مصنف شیبۃ بن نصاغ المدنی الکونی الکوفی متوفی ۱۵۴ھ امام جزریؒ فرماتے ہیں کہ یہ وقف پر لکھی گئی پہلی کتاب ہے۔

(۳) کتاب الوقفِ والابتداء: ۔مصنف ابوعمرو ابن العلاء متوفی ۱۵۴ھ یہ قراء سبعہ میں سے ہے۔

(۴) الوقفُ والابتداء: ۔مصنف: ۔حمزہ بن حبیب الزیات الکوفی ۱۵۶ اپر قراء سبعہ میں سے ہیں۔

(۵) وقف النمام نافع بن عبدالرحمٰن المدنی متوفی ۱۴۹ھ پر بھی قراء سبعہ میں سے ہیں۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سی کتابیں تحقیقی **کتاب المکتفی فی الوقف والا بتداء** ہے مصنف امام ابوعمرو دانی متوفی ۴۴۴ھ **فی مقدمۃ تحقیقۃِ واَوُصلھا الی مؤلفا فی العلم الوقف** ۔اور ان کتب نے اسطرح توجہ دلائی ۔جس نے وقف اور ابتداء میں وہ قراء، نحویین اور لغویین میں سے بڑا تھا اور ہم نے بہت کم دیکھا ہے اس علم کی تصنیف میں قراءت یا لغت کے امام کو جو اس علم کی تصنیف میں نہ شریک ہوا ہو۔ان میں قراء سبعہ نافع مدنی ابوعمرو بصری، ابن عامر دمشقی ،حمزہ الزیات الکوفی، کسائی، جیسے قراء عشرہ، یعقوب، خضرمی متوفی ۲۰۵ اور حلف بن ھشام ابزار متوفی ۲۲۹ھ وغیرہ۔

اور جس نے قراءت شاذہ پڑھیں وہ بھی اس میں شامل ہے جیسے یحٰی یزیدی متوفی ۲۰۲ھ ورنویں میں سے ابو حفص (ت ۱۸۰ تھا یہ امام کسائی کے استاد ہیں اور فراء کے بھی ۔اور یحیٰ بن زیاد الفراء ت ۲۰۷ اور معمر بن مثنی (ت ۲۱۰ھ) اور اخفش سعید بن سعدہؒ (ت ۲۱۵ھ) ابوالحاتم السجستانی (ت ۲۴۸)

اور ان کے علاوہ جیسا کہ قراء سبعہ کے روایت ان سب نے اس علم میں تصنیف کی لیکن ان میں سے اکثر تالیفات مفقود ہیں۔

(۲) وقف کی قسمیں صفحہ ۱۷۱ پر: ۔

وقف کی اقسام: ۔

وقف کی اقسام الورقۃ الرابعہ 2014/۱۴۳۵ھ کے السوال الثالث کے جز (۲) گزر چکی ہے

حضرت ابن عمرؓ کا قول:۔

ابن جزریؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا فرمان نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ہم میں سے کوئی بھی ایمان لاتا اور قرآن کو قبول کرتا۔ تو جو بھی سورت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی وہ وہ اسکے حلال وحرام کو اور اسکے اوامر و نواہی کو اور اوقاف کو سیکھتا جیسے تم اب قرآن کو سیکھتے ہو اور البتہ اب بھی جو قرآن کریم کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ سورۃ فاتحہ سے والناس تک پڑھتا اور اس کے اوامر اور نواہی کو اور اس کے اوقاف کو جانتا ہے

الورقة الرابعه فی علوم القراء ات

۱۴۳۷ھ/2016ء

السوال الاوّل..............(الف):۔

(ا) "تعریف القراء ات و تاریخها" کے زیرِ عنوان ایسا مضمون تحریر فرمائیں جس میں قراءات کی لغوی واصطلاحی تعریف اور مشہور اصطلاحات کی وضاحت اور مراحل قراءات کا تذکرہ ہو۔

جواب............امور مطلوبہ:۔

(ا) "تعریف القراء ات و تاریخها" پر مفصل مضمون۔

"تعریف القراء ات و تاریخها" پر مفصل مضمون پرچہ ۱۴۳۵ھ/2014ء کے سوال اول میں گزر چکا ہے۔

السوال الاوّل (ب)..............(الف):۔

(ا) "ارکان القراءة الصحیة" پر ایسا مکمل مضمون لکھیں جس میں قبول کی متفقہ شرائط، وہ قراءات جن میں شرائط قبول پائی جاتی ہیں اور قراءات متواترہ کے حوالے سے مشہور کتب میں سے (۸) کتب کے نام تحریر کیجئے۔

جواب............امور مطلوبہ:۔

(ا) "ارکان القراءة الصحیحة" پر مکمل مضمون۔

(۲) قراءات متواترہ کے مشہور (۸) کتب کے نام۔

(ا) "ارکان القراءة الصحیحة" پر مکمل مضمون:۔

ارکان قراء ات الصحیحہ پر مکمل مضمون پرچہ ۱۴۳۵ھ/2014ء کے سوال اوّل جز (ب) میں گزر چکا ہے۔

(۲) قراءات متواترہ کے مشہور (۸) کتب کے نام:۔

(۱) السبعة ابوبکر بن مجاهد. (ت ۳۲۴ھ)

(۲) المبسوط فی القراء ات العشر ابوبکر بن مهران اصبهانی نیشاپوری (۲۹۵ھ)

(۳) الغایه فی القراء ات العشر ایضاً

(٤) التذکرة فی القراء ات الثمان امام طاهر بن غلبون(۳۹۹ھ)

(٥) التبصرة فی القراء ات السبع ابو محمد مکی بن ابی طالب

(٦) التیسیر فی القراء ات السبع ابوعمرو دانی (ت ٤٤٤ھ)

(٧) جامع البیان فی القراء ات السبع امام ابوعمرو الدانی.

(٨) التلخیص فی القراء ات الثمان ابومعشر طبری (ت٤٧٨ھ)

☆----------☆----------☆

السوال الثانی.............(الف):۔

(۱) ''انزل القرآن علیٰ سبعة أحرف مکمل حدیث'' أحرف اوراسبعہ کے معنی کی وضاحت، حدیث کی مراد میں علماء کے اقوال اورراجح قول ان اجزاء پر مشتمل ایسا مضمون سپردقلم فرمائیں کہ تشنگی نہ رہے۔

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) ''انزل القرآن علیٰ سبعة أحرف'' پر تشفی بخش مقالہ پرچہ ۱۴۳۵/2014ء کے سوال ثانی کے جز (ب) میں گزرچکا ہے۔

السوال الثانی (ب)............:۔

(۱) القراءات الشاذہ پر تفصیلی مضمون لکھئے جس میں تعریف قراءة شاذہ اورکب قراءات متواترہ کوقراءات شاذہ سے الگ کیا گیا؟ قراءات شاذہ کاحکم اور مشہور رواة کاذکر کیجیے۔

جواب.........امور مطلوبہ:۔

(۱) القراءات شاذہ کی تعریف وحکم اوران کی حجیت پر مضمون۔

(۲) قراءات شاذہ کوقراءات متواترہ سے علیحدہ کرنے کاموقع اور مشہور رواة کاذکر۔

(۱) **القراءات شاذہ کی تعریف وحکم اوران کی حجت پر مضمون:۔**

قراءات شاذہ کی تعریف وحکم اوران کی حجیت پر مضمون پرچہ ۱۴۳۵/2014ء کے سوال ثانی کے جز (الف) میں گزرچکا ہے۔

(۲) قراءات شاذہ کو قراءات متواترہ سے علیحدہ کرنے کا موقع اور مشہور رواۃ کا ذکر:۔

اس کے جواب میں، میں(۱) نے علمائے قراءات کے دو قول دیکھے ہیں۔

پہلا قول:۔ قراءات صحیحہ اور قراءات شاذہ کے درمیان حد فاصل وہ موقع ہے جب رمضان کے مہینے میں آخری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ قرآن پاک حضرت جبریل علیہ السلام کو سنایا، اس موقع پر بعض قرآنی آیات منسوخ ہوگئیں گویا اس آخری دہرائی کے موقع پر جو آیات منسوخ ہوگئیں وہ شاذ ہیں۔

حاشیہ(۱) الدکتور عبدالقیوم سندھی۔

دوسرا قول:۔ شذوذ قراءات حضرت عثمانؓ کے دور میں ظاہر ہوا جب کتابت مصاحف ہوئی اور حضرت عثمان نے باقی نسخوں کو جلانے کا حکم دیا اس حوالے سے یہ موقع قراءات صحیحہ اور قراءات شاذہ کے درمیان حد فاصل ہے اس بات کی تائید اس طریقے سے بھی ہوتی ہے کہ قراءات صحیحہ کے لئے بنیادی تین شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق ہو اور یہ کسی بھی قراءات کو قبول کرنے کی بنیادی شرط ہے۔

مذکورہ بالا دونوں جوابات کے علاوہ متقدمین سے اس بارے میں مزید کوئی قول یا رائے منقول نہیں ہے۔

گویا ہمارے سامنے یہ بات آئی کہ قراءات کو ان ہی دو مراحل میں شاذ قرار دیا گیا۔

دس قراءات کے بعد مشہور چار راوی:۔

(۱) حسن البصری۔ (المتوفی ۱۱۰ھ)

(۲) محمد بن عبدالرحمٰن ابن محیصن۔ (المتوفی ۱۲۳ھ)

(۳) یحییٰ بن المبارک الیزیدی البغدادی۔ (المتوفی ۲۰۲ھ)

(۴) سلیمان بن مہران الاسدی الاعمش۔ (المتوفی ۱۴۸ھ)

علماء کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ جس قراءات کو ان چاروں میں سے کوئی ایک راوی روایت کرے یا ان سے کوئی راوی روایت کرے وہ قراءات شاذہ ہوگی متواتر نہیں چونکہ وہ شہرت اور استفاضہ کے اعلیٰ درجے تک نہیں پہنچی اور اس درجے تک نہ پہنچنے کی وجوہات یہ ہیں کہ اس قراءت کے ضبط الفاظ میں اضطراب اور شک ہے یا وہ رسم مصاحف عثمانیہ کے خلاف یا وہ لغت عرب کے خلاف ہے۔

قراءات شاذہ کے عمومی راوی:۔

(۱) حضرت ابن مسعودؓ۔ (المتوفی ۳۲ھ)

(۲) حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ۔ (المتوفی ۵۲ھ)

(۳) حضرت ابن زبیرؓ۔ (المتوفی ۷۳ھ)

(۴) حضرت مسروق بن الاجدع الکوفیؒ۔ (المتوفی ۶۳ھ)

(۵) نصر بن عاصم اللیثی البصریؒ۔ (المتوفی ۹۹ھ)

(۶) مجاہد بن جبر المکیؒ۔ (المتوفی ۱۰۳ھ)

(۷) ضحاک بن مزاحمؒ۔ (المتوفی ۱۰۵)

(۸) محمد بن سیرین البصریؒ۔ (المتوفی ۱۱۰ھ)

☆-----------☆-----------☆

السوال الثالث..............(الف):۔

(۱) تعریف الرسم وقواعدہ وفوائدہ۔ مذکورہ عنوان کے ذیل میں رسم کی لغوی واصطلاحی تعریف، رسم کی قسمیں لکھ کر مصاحف عثمانیہ سے کیا مراد ہے؟ لکھئے۔ نیز قواعد رسم لکھنا نہ بھولیں۔(34)

جواب..............امور مطلوبہ:۔

(۱) رسم کی لغوی واصطلاحی تعریف، رسم کی اقسام اور رسم کے قواعد۔ رسم عثمانیہ کی مراد اور رسم عثمانی کے فوائد۔

رسم کی لغوی تعریف:۔

لغت میں رسم بمعنی ''اثر'' ہے اور اسی سے شاعر جمیل بن معمر البغدادی کا قول ہے۔

وَرسم دار وقفت فی طلله   کدت اقضی الحیاة من جلله

یہاں پر رسم سے مراد گھر کے آثار ہیں۔ اور رسم سے مراد الفاظ میں کتابت کا اثر ہے اور خط کتابت السعر، الرقم اسی کے مترادف ہیں اگر چہ رسم کا لفظ مصاحف کے خط میں غالب ومشہور ہو گیا ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔

ابتداء اور وقف کا لحاظ کرتے ہوئے حروف ہجا کے ذریعہ کلمہ کی تصویر ایسے بنانا کہ آثار مرئیہ یعنی نقوش

اور تلفظ میں موافقت ہو جائے۔

رسم کی اقسام:۔

رسم دو قسم پر ہے:۔

(الف):۔ القیاسی: خط کا لفظ کے موافق ہونا، جیسے نستعین کا رسم۔

(ب):۔ اصطلاحی: خط کا لفظ کے موافق نہ ہونا اور بدل یا زیادہ، حذف، فصل اور وصل ان جیسی چیزوں میں جن کی تفصیل عنقریب آرہی ہے ہوتا ہے۔

رسم کے قواعد:۔

مصحف کے رسم کے قواعد کو علماء کرام نے چھ چیزوں میں بند فرمایا ہے۔

(۱) الحذف (۲) الزیادۃ (۳) الھمز (۴) البدل (۵) الفصل والوصل (۶) ایسا کلمہ جو مختلف قراءات پر مشتمل ہو تو ان میں سے کسی ایک پر لکھنا۔

قواعد کی مختصراً توضیح:۔

(۱) حذف کا قاعدہ:۔

مصحف میں کتابۃً جو حروف ہوتے ہیں وہ ''الف، واؤ، یاء اور لام'' ہیں۔

حذف الف کی امثلہ:۔ ''یأیھاالناس'' ''ھأنتم'' حذف واو کی امثلہ:۔ ''لایستوٗن'' الغاوٗن''

حذف یاء کی امثلہ:۔ ''غیر باغ ولا عادِ، واطیعون''

(۲) زیادت کا قاعدہ:۔

بعض اوقات جو حروف کتابت میں زائد ہوتے ہیں، وہ تین حروف مدہ ہیں۔

الف کے زائد ہونے کی امثلہ۔ ''ملقو، بنی اسرائیل''

واو کے زائد ہونے کی امثلہ۔ ''اولو'' اولٰئِكَ'' یاء کے زائد ہونے کی امثلہ۔ ''نباء، ءاناء ی''

(۳) ہمزے کا قاعدہ:۔

بعض اوقات ہمزہ بشکل الف لکھا جاتا ہے جیسے۔ ''البأسہ آءُ، لَتَنُوْأُ'' اور بعض مرتبہ بشکل واو لکھا جاتا ہے۔اُؤتمن، نقرؤہ اور یبدؤ وغیرہ۔اور بعض اوقات بشکل یاء مرسوم ہوتا ہے۔ائذن، سئل اور شطئ وغیرہ۔

اور بعض اوقات بشکل نبرء یعنی سطر میں رکھ دیا جاتا ہے جیسے۔ ملء ، الخبء ، اور دفء وغیرہ۔

(۴) بدل کا قاعدہ:۔

الف کو بشکل واو لکھنا۔ الصلوٰۃ الزکوٰۃ، الحیواۃ وغیرہ۔ یا الف کو بصورۃ ''ی'' لکھنا یحسرتیٰ، یأسفیٰ اِلیٰ اور حتیٰ وغیرہ۔ اور بعض کلمات میں ھاء تانیث کو تا مفتوحہ کی صورت میں لکھنا جیسے۔ شجرت، ابنت، قرت۔

(۵) وصل اور فصل کا قاعدہ:۔

جیسے اَن (ناصبہ) کو لا کے ساتھ موصول لکھنا (اَ لاَّ تزر وو ازرَۃ) یا اَم کو ما کے ساتھ جیسے (اما اشتملت (انعام ۱۴۳،۱۴۴) یا اِن (شرطیہ) کو ما کے ساتھ ملا کر لکھنا یا اِن کو ماَ کے ساتھ ملا کر اِمَّا لکھنا جیسے (و اما نرینك)

مصاحف عثمانی کی مراد:۔

ایسے مصاحف کہ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں امت کے اجماع کیلئے ان کے حکم سے لکھے گئے اور ان کے علاوہ کو جلا دیا گیا۔

یہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے اور تمام صحابہؓ کے اجماع سے ہوا۔

رسم عثمانی کے فوائد:۔

رسم عثمانی میں بہت سارے فائدے ہیں اور ایسے کلمات قرآنیہ کی کتابت کہ جس کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مصاحف کے لکھنے کے وقت ایک خاص وضع پر رکھا۔

فائدہ نمبر (۱):۔

حتی الامکان ایک رسم کے ذریعے مختلف و متنوع قراءات پر دلالت ہو اگر رسم ایک وجہ سے زیادہ کا متحمل ہو اصل کے مخالف صورت پر لکھا جائے گا جیسے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ قالوا ان ھذان لسحران، طٰہٰ ۶۲۔ جیسا کہ (ھذان) تمام مصاحف میں الف یا کے بغیر لکھا گیا ہے۔

(۱) ھذان ذال کے بعد الف اور تخفیف نون کے ساتھ۔

(۲) ھذان ذال کے بعد الف اور تشدید نون کیساتھ۔

(۳) ھذین ذال کے بعد یا اور تخفیف نون کیساتھ۔

فائدہ نمبر(٢):۔

اور یہ ایسے کہ کلمہ ''ام'' کو ''من'' سے مقطوع لکھنا جیسے۔ ام من یکون اس بات پر دلالت کے لئے کہ ام منقطعہ بل کے معنی میں ہے نہ کہ اور کے معنی میں۔

فائدہ نمبر(٣):۔

اصل حرکت پر دلالت ہو جیسے۔ (وایتائ) ہمزہ کے بعد یا کے ساتھ ماقبل کے مکسور ہونے پر دلالت کے لئے (سأورکیم) ہمزہ کے بعد واؤ کے ساتھ ماقبل کے مضموم ہونے پر دلالت کے لیے یا اصل حرف پر دلالت ہو جیسے۔ (الصلوٰة) اور (الزکوٰة) جیسا کہ الف کی جگہ واؤ سے کتابت کرنا۔

فائدہ نمبر(٤):۔

بعض فصیح اللغات کے افادہ کے لئے ھا، تانیث کو تاء تانیث سے لکھنا جیسے رحمت اور سنت قبیلہ بنی طے کی لغت پر دلالت کے لئے اس حیثیت سے کہ وہ (تا) کے ساتھ وقف کرتے ہیں کہ (یا) کے ساتھ۔

فائدہ نمبر(٥):۔

لوگوں کو (رجال) علماء اور پختہ حفاظ کے سینوں سے بالمشافہ قرآن کریم سیکھنے پر ابھارنا پس قرآن کریم کو صرف مصاحف سے ہی سیکھنا ممکن نہیں۔ اس لئے کہ تجوید کے احکام اور قرآن کریم کے ادا کے طریقے کی معرفت صرف اور صرف بالمشافہ ہی ممکن ہے۔

السوال الثالث (ب)..........:۔

(١) السبع المتواترات کی تشریح کریں، امام عاصمؒ اور ان کے راویوں کا مختصر تعارف لکھ کر بتلائیے کہ عشرہ متواترات کے ائمہ کون ہیں۔

جواب..........امور مطلوبہ:۔

(١) السبع المتواترات کی تشریح۔

(٢) امام عاصمؒ اور ان کے راویوں کا تعارف۔

(٣) عشرہ متواترات کے ائمہ۔

(۱) **السبع المتواترات کی تشریح:۔**

السبع المتواترات کی تشریح پرچہ 2016ء/۱۴۳۵ھ کے سوال اول میں قراءات سبعہ کی حد بندی اور ''قراء سبعہ کی قراءت پر اتفاق کی وجہ'' کے عنوان کیساتھ گزر چکا ہے۔

(۲) **امام عاصمؒ اور ان کے راویوں کا تعارف:۔**

امام عاصمؒ اور ان کے راویوں کا تعارف پرچہ 2016ء/۱۴۳۵ھ کے سوال ثالث جز (ب) میں گزر چکا ہے۔

(۳) **عشرہ متواترات کے ائمہ:۔**

قراءات متواترات کے اس ائمہ کے نام پرچہ 2016ء/۱۴۳۵ھ کے سوال ثالث جز (ب) میں گزر چکے ہیں۔

تَمَّتْ بالخیر

جامعہ فاروقیہ شجاع آباد

Description

Muhammad Abrar Aslam:
https://chat.whatsapp.com/AZDTNVsqEBGCwpKXjKrptS

اصول و ضوابط

👈 اس گروپ میں مسلک اهل سنت والجماعت دیوبند کی کتابیں بھیجی اور طلب کی جاسکتی هیں

👈 کتاب طلب کرنے کے لیے کتاب کا نام اردو میں لکھ کر بھیجیں وائس بھیجنے کی اجازت نہیں ھے

👈 کتاب طلب کرنے کے بعد 24 گھنٹے انتظار فرمائیں دوبارہ میسیج بھیجنے کی ضرورت نہیں ھے

👈 آپ کے موبائل میں جو کتابیں ہیں اشاعت اسلام کی نیت سے تھوڑی تھوڑی کر کے بھیجتے رهیں تاکہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ کا باعث بنے اور آپ اجرعظیم کے مستحق هوں